ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

30 مارچ تا 5 اپریل 2006ء

www.tanzeem.org

## اس شمارے میں

دینی سیاسی جماعتوں کے لیے لمحہ فکریہ

کیا ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید برداشت کی جاسکتی ہے

ہماری آزادی: حقیقت یا سراب؟

پاکستان کی ''شفاف'' جمہوریت

صلیبی جنگوں کی تاریخ

یورپ کی ''روشن خیالی''

ذرائع ابلاغ کی ہلاکت آفرینی

مغرب سے مکالمہ کی ضرورت

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

## یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

اُمت کے نوجوانو! دشمنانِ اسلام آج ہمیں چلتے پھرتے لاشے تصور کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں ہمارے اندر زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔ اے نوجوان نسل! کیا واقعی تم ایسی حالت پر رضامند ہو گئے ہو؟ کیا تم تاریخ کے سپرد کوئی قیمتی یادداشتیں نہیں کرنا چاہتے، جن پر آنے والی نسلیں فخر کرسکیں؟ اٹھو! اور باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعلان کر دو۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

جب ہم اپنی جانب سے پوری کوشش کرلیں اور اس کے باوجود منزل تک نہ پہنچ پائیں تو اللہ علیم وخبیر اپنی مدد ضرور بھیجے گا۔ میرا یقین ہے کہ اگر فضائے بدر آج بھی پیدا کرلی جائے تو آسمان سے قطار اندر قطار فرشتے نازل ہوں گے۔

یہ بھی سن لو کہ اگر امت اسلامیہ کے افراد ذلت ورسوائی کا لباس اتار پھینکنے کے لیے کمربستہ نہ ہوئے تو دائمی عار اور ابدی لعنت کا طوفان ان کا مقدر ہوگا۔ نا اُمیدی کی کوئی وجہ نہیں، راہِ حق کے مسافروں کا سب سے بڑا سہارا ذاتِ خدا اور سب سے بڑی اُمید رحمتِ ربانی ہے۔ نیند کے متوالو! بہت سو چکے۔ اب اُٹھو کہ نورِ سحر سے آسمان آئینہ پوش ہو اور ظلمتِ شب سیماب پا ہو جائے۔

**یادوں کی امانت**

الشیخ عمر تلمسانی

## سورۃ النساء

ڈاکٹر اسرار احمد

(آیات 114 تا 115)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ ﴾

''نہیں کوئی بھلائی ان کی اکثر سرگوشیوں میں بجز ان لوگوں کے جو حکم دیں صدقہ دینے کا یا نیک کام کا یا صلح کرانے کا لوگوں میں۔ اور جو شخص کرے یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضامندیاں حاصل کرنے کے لیے تو ہم عطا فرمائیں گے اسے اجر عظیم اور جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول ﷺ کی اس کے بعد کہ روشن ہوگئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔''

منافقین شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے کئی طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے تھے۔ ان میں سرگوشی کرنا بھی تھا جو کہ آداب محفل کے خلاف ہے۔ وہ الگ بیٹھ کر کانوں میں باتیں کرتے، ساتھ ہی ساتھ دوسروں کی طرف ہاتھ یا آنکھ سے اشارے کرتے اور مسکرا بھی دیتے تھے۔ چونکہ اس سے دیکھنے والے کے دل میں خواہ مخواہ خلجان پیدا ہوتا ہے کہ شاید ایسا کرنے والا میرے بارے میں کوئی بات کر رہا ہے اور غلط فہمیاں اور نفرتیں جنم لیتی ہیں اس لیے اس سے روکا جا رہا ہے۔ فرمایا اُن کے نجویٰ یعنی سرگوشی میں کوئی بھلائی نہیں۔ ہاں اگر سرگوشی کے انداز میں مصلحتاً کوئی بات کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ کسی کو علیحدگی میں خاموشی سے صدقہ کی تلقین کی جائے۔ اُس سے کہا جائے کہ آپ صاحب حیثیت ہیں، میں فلاں شخص کو جانتا ہوں، وہ حقیقی ضرورت مند ہے، اُس کی مدد کر دیجیے۔ البتہ اس طرح کی بات مجمع میں بتانا درست نہیں۔ اسی طرح کسی دوسرے کی بھلائی کی خاطر یا دو مخالفین کے درمیان صلح کی کوشش میں، اس طرح کا انداز اپنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً صلح کے معاملے میں پہلے ایک فریق کی بات بھی علیحدگی میں سن لی جائے اور پھر دوسرے فریق کی بھی۔ تب دونوں کو صلح کی طرف مائل کرنے کے لیے سرگوشی کے انداز میں گفتگو کی جا سکتی ہے۔ اس کی اجازت اس لیے ہے کہ اس انداز میں کی جانے والی کوشش نتائج کے حوالے سے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر اس طرح کا نجویٰ کرے گا ہم اُس کو بہت بڑا اجر دیں گے۔

آگے فرمایا کہ جو شخص رسول ﷺ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے، جس کی سرگوشیاں اسلام مخالف سازشوں کے لیے ہیں کہ وہ لوگوں کو غلط پروپیگنڈا کر کے بھڑکا رہا ہے، حالانکہ اُس پر ہدایت واضح ہو چکی، ہم اُس کو جہنم رسید کریں گے۔ اسی طرح جو شخص اہل ایمان کے راستہ کے سوا کوئی اور راستہ اختیار کرے گا ہم اُس کا رخ اسی طرح پھیر دیں گے جس طرف اُس نے اپنا رخ موڑا اور اُس کو ہم جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے پھر کر جانے کی۔ غزوۂ حنین میں بہت سے مسلمان وہ تھے جو مکہ کے رہائشی تھے اور نئے نئے ایمان لائے تھے اور اب جہاد میں شریک تھے، حضور ﷺ نے ان کی دلجوئی (تالیف قلوب) کے لیے انہیں زیادہ مال دے دیا، اس پر کچھ لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں کہ کڑے وقت میں ہم نے ساتھ دیا۔ اب جب اچھا وقت آیا، مال غنیمت حاصل ہوا تو (معاذ اللہ) آپؐ کو مکے والے (قرابت دار) یاد آ گئے۔ اس قسم کی باتیں کر کے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچا رہے تھے۔ پس ایسے لوگوں کی بھی جہنم کی وعید سنائی گئی۔

یہ آیت اجماع کی حیثیت کو سند کا درجہ دیتی ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اجماع کو حق ثابت کرنے کی تلاش میں میں نے تین سو مرتبہ قرآن پڑھا، مگر مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔ کیونکہ قرآن حکیم میں بکثرت اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کا ذکر ہے۔ اجتہاد بھی قانون کا ایک ماخذ ہے، یہ تینوں تو مل گئے مگر اجماع کے حق میں کوئی دلیل نہ ملی۔ بالآخر ایک مرتبہ پھر جب میں نے قرآن مجید پڑھا تو میری نگاہ اس آیت پر جم گئی: ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین ...... '' تو معلوم ہو گیا کہ واقعی اہل ایمان کا اجماع بھی ایک سند ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اس سے واضح ہوا کہ جس بات پر امت کا اجماع ہو جائے اُس کو سند کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔

فرمانِ نبویؐ

## بزرگوں کا ادب و احترام

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: (( **مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا لِسِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ مَنْ یُّکْرِمُہٗ عِنْدَ سِنِّہٖ** )) (رواہ الترمذی)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کا اُس کے بڑھاپے ہی کی وجہ سے ادب واحترام کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اُس جوان کے بوڑھے ہونے کے وقت ایسے بندے مقرر کر دے گا جو اُس وقت اُس کا ادب واحترام کریں گے۔''

**تشریح:** اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بڑوں کے ادب واحترام کا رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و تعلیم میں کیا درجہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب و احترام اور ان کی خدمت وہ نیکی ہے جس کا صلہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی عطا فرماتا ہے اور اصل جزا و ثواب کی جگہ تو آخرت ہی ہے۔

"تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

**قیام خلافت کا نقیب**

ہفت روزہ — لاہور

# ندائے خلافت

جلد 15 — 30 مارچ تا 5 اپریل 2006ء — 29 صفر تا 6 ربیع الاول 1427ھ — شمارہ 12

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

**مجلس ادارت**

سید قاسم محمود - ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان - سردار اعوان - محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

**پبلشر**: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
**مطبع**: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

**سالانہ زرِ تعاون**
اندرونِ ملک...... 250 روپے
**بیرون پاکستان**
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**ایوب بیگ مرزا**

# مذہبی سیاسی جماعتوں کے لیے لمحہ فکریہ!

متحدہ مجلس عمل نے سینٹ کے حالیہ انتخابات میں اپنے امیدواروں کو ووٹ نہ دینے کے جرم میں اپنے چار اراکین اسمبلی کی پارٹی رکنیت معطل کر دی ہے۔ ان سے اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ لے کر اسمبلی کے سپیکر کو بھجوا دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں مفتی کفایت اللہ کو جمعیت کے ڈپٹی جنرل سیکرٹری ہیں' تمام تنظیمی عہدوں سے اس لیے فارغ کر دیا گیا کہ سینٹ کے انتخاب کے حوالہ سے اُنہیں جو ذمہ داریاں تفویض کی گئیں تھیں اُنہوں نے اس میں غفلت برتی ہے اور مانیٹرنگ کے فرائض صحیح طور پر ادا نہیں کر سکے۔ پاکستان کی سیاسی تاریخ اسمبلیوں میں ہونے والی اس طرح کی ہارس ٹریڈنگ سے بھری پڑی ہے۔ جمہوریت کی اگر کوئی الگ گینز بک تیار کی جائے تو اُس میں اوّل و آخر پاکستان کا نام ہوگا۔ یہاں اس طرح کی مثالیں ہیں کہ ایک جماعت نے جنم ہی اسمبلی میں لیا۔ یا شب کی تاریکی میں ایک جماعت نازل ہوئی اور فجر سے پہلے اراکین اسمبلی کی اکثریت اس کے پروگرام سے اتفاق کر کے اس کی رکنیت حاصل کر چکے تھے۔

ہمارے سیاستدانوں کا حال یہ ہے کہ ایک دن پہلے وہ ایک جماعت کے لیے سب کچھ لٹانے کو تیار ہوتے ہیں اور اگلے روز وہ دوسری جماعت کے لیے تن من دھن کی بازی لگانے کا بانگ دہل اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ ماضی میں اکثر و بیشتر سیکولر یا لبرل اور زیادہ سے زیادہ مسلم لیگ جیسی اسلام پسند جماعت کے اراکین سے اس طرح کی حرکات سرزد ہوتی رہی ہیں' کسی خالص مذہبی سیاسی جماعت کے رکن سے شاذ ہی ایسی گھٹیا حرکت کا ارتکاب ہوا ہو۔ مذہبی جماعتیں تو انتخابات کے میدان میں کودنے کے لیے دلیل ہی یہ دیتی رہی ہیں کہ اس میدان کو زر پرست اور سیاست کو تجارت بنانے والوں کے لیے خالی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ پھر یہ کہ سیاست دین کا حصہ ہے' یہ عین عبادت ہے اور پاکستان میں سیاسی گند کو صاف کرنے کے لیے دین کے خادموں کا اس کوچہ سے گزرنا لازم ہے۔ اقتدار اور قوت حاصل کیے بغیر برائی کی بیخ کنی کس طرح ممکن ہوگی۔

ہم بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ سیاست دین کا حصہ ہے اور برائی کی جڑ کاٹنے اور باطل کا سر کچلنے کے لیے قوت درکار ہے۔ اس بات پر بھی مکمل اتفاق ہے کہ حصولِ مقصد کے لیے نفاذِ اسلام ناگزیر ہے۔ نکتہ اختلاف یہ رہا ہے کہ نفاذِ اسلام کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے جماعت اسلامی سے اپنی راہ اس لیے جدا کر لی تھی کہ وہ قبل از تقسیم ہند اپنے موقف سے انحراف کر گئی تھی۔ دلائل سے ایک بھاری بھرکم کتاب رقم ہوگئی لیکن اہم ترین اور فیصلہ کن بات یہ تھی کہ پاکستان میں اسلامی نظام انتخابات کے راستے نہیں آ سکتا۔ اس منزل کے حصول کے لیے منہج انقلاب نبوی ﷺ اپنانا ہوگا اور ہمیں انتخاب کی بجائے انقلاب کی راہ اپنانا ہوگی۔ یہ راہ کٹھن' دشوار اور طویل تو ہے لیکن ہم منزل کی طرف رواں دواں رہیں گے۔ لیکن اقتدار کی خواہش کے آگے بند نہ باندھا جا سکا' پہلے جماعت اسلامی انتخابات کے میدان میں اتری' پھر مختلف اسلامی جماعتیں اُس کی پیروی میں اپنا اپنا اسلام لے کر مورچہ بند ہوگئیں۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالہ سے ایک نظر بازگشت ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہم مخالف سمت کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ فرد کی اصلاح اور صالح معاشرہ کی تشکیل تو بڑی دور کی بات ہے' اقتدار کی رسہ کشی میں ہمارے اپنے کارکنوں کا دامن داغ دار ہو رہا ہے۔ اسمبلی کی صورت میں سجے ہوئے بازار میں سنتِ رسول ﷺ سے مزین چہرے اب قابل فروخت شے بن گئے ہیں۔ دھن کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ یہ عاجلہ ایک خوبصورت ناگن ہے' جس کا ڈسا ہوا اپنے جسم کو اپنی روح کا مرقد بنا لیتا ہے۔ ایسے افراد کو محض سزائیں دینے سے اور جماعت کی رکنیت معطل کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا' بلکہ انتشار و افتراق میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ پہلے ہی ایک ایک جماعت کئی کئی گروپوں میں تقسیم ہے۔ قیادت کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ انتخابات میں موجود غلاظت میں اب ان کے کارکن بھی ڈبکیاں لگاتے ہیں' پھر یہ کہ ایوان اقتدار میں مراعات کا نشہ باغی اراکین میں اضافے کا موجب بن سکتا ہے۔ اگرچہ یہ اصل نقصان نہیں ہے' حقیقی خسارہ یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کی منزل کھوٹی ہو جائے گی اور مخلص کارکن بھی بددل ہو جائیں گے۔ اس کے تدارک کے لیے قیادت کی سطح پر فکری اور عملی یوٹرن کی ضرورت ہے۔

انسان یقیناً خطا کا پتلا ہے اور ہم میں سے کسی کو بھی استثنا حاصل نہیں لیکن اصل اور ناقابل معافی جرم یہ ہے کہ جب بات واضح ہو جائے تو انا مسئلہ بن جائے یا ذاتی مفادات واپسی کا راستہ روک لیں۔ ہم حسب روایت تمام مذہبی سیاسی جماعتوں سے دست بستہ عرض کریں گے کہ وہ حالات کا رُخ دیکھیں اور وقت کی صدا پر کان دھرتے ہوئے اپنے طریقہ کار پر نظر ثانی کریں اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بلا جھجک منہج انقلاب نبوی ﷺ کی طرف رجوع کریں۔

سید قاسم محمود

# سولھویں غزل

## (بالِ جبریل' حصّہ دوم)

میر سپاہ ناسزا' لشکریاں شکستہ صف — آہ! وہ تیرنیم کش' جس کا نہ ہو کوئی ہدف
تیرے محیط میں کہیں گوہرزندگی نہیں — ڈھونڈ چکا میں موج موج، دیکھ چکا صدف صدف!
عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا — نقش ونگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف!
کھول کے کیا بیاں کروں سرِّ مقامِ مرگ و عشق — عشق ہے مرگِ باشرف' مرگ' حیات بے شرف!
صحبتِ پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش — لاکھ حکیم سر بجیب' ایک کلیم سربکف!
مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی — اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگِ لَا تَخَفْ
خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ — سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

---

1۔ اقبال نے اس شعر میں فوج کا تلازمہ باندھا ہے۔''میرِ سپاہ'' سے مراد ہے امام یا رہنما۔لشکریاں سے مراد ہے مسلمانوں کی جماعت۔''شکستہ صف'' سے مراد ہے انتشار اور بے ربطی۔''تیرِ نیم کش'' سے مراد ہے ادھوری کوشش اور ہدف سے مراد ہے مقصد یا نصب العین۔اس شعر کی تشریح یہ ہے کہ مسلمانوں کے رہنما چونکہ نااہل ہیں' اس لیے قوم کا شیرازہ مدتوں سے پراگندہ ہے اور یہ سب خرابیاں اس لیے رونما ہوئیں کہ قوم کے سامنے کوئی نصب العین نہیں ہے۔

2۔ اے مسلمان! میں نے اچھی طرح تلاش کر کے دیکھ لیا۔تیری شخصیت کے سمندر میں' زندگی کا موتی کہیں نظر نہیں آیا۔زندگی کے موتی سے مراد ہے' اسلام کی سربلندی و اشاعت کا جذبہ۔جیسا کہ پہلے شعر میں واضح کیا گیا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا ایک ہی ہدف ہے اور وہ یہ کہ وہ دنیا میں اسلام کے غلبے اور اُس کی نشاۃ ثانیہ کے لیے جدوجہد کرے۔

3۔ اے غافل! خدارا بت پرستی سے باز آ' اور اپنے مقصد ونصب العین کی طرف توجہ کر' اور اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی خودی میں ڈوب جا۔دنیا کی فانی اور لایعنی دلچسپیوں میں اپنی خداداد صلاحیتوں کو برباد مت کر۔اقبال کی رائے میں جب تک ایک مسلمان اپنے من میں ڈوب کر' اپنی حقیقت سے آگاہی حاصل نہیں کرے گا' وہ اپنے مقصد ونصب العین کو حاصل نہیں کرسکتا۔

4۔ اِس شعر میں اقبال اپنا مافی الضمیر' صاف لفظوں میں بیان کرتے ہیں کہ اے مسلمان! تیرا مقصد حیات تو عشق ہے۔پس تو مرنے سے مت ڈر عشق اختیار کر۔موت بہرحال ایک نہ ایک دن ضرور آئے گی۔اگر تو اس حالت میں مرا کہ عشق رسول ﷺ تیرے دل میں سمایا ہوا ہو' تو یہ عزت کی موت ہوگی اور اگر تو نے سرور دوعالم ﷺ سے محبت کے بغیر زندگی بسر کر دی تو جب تجھے موت آئے گی تو اللہ کی نگاہ میں تیری ساری زندگی بے قیمت اور بے کار ہوگی۔یعنی عشق مرگِ باشرف ہے اور موت' حیاتِ بے شرف کا دوسرا نام ہے۔

5۔ اقبال کہتے ہیں کہ مرشد رومی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے اور اُن سے روحانی تعلق پیدا کرنے کی بدولت مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ فلسفے سے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔اسی لیے فلسفی ہمیشہ حیرت اور شک وشبے میں گرفتار رہتا ہے' لیکن عشق کی بدولت انسان کو اللہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے' اس لیے مومن ہمیشہ سربکف رہتا ہے' یعنی مسلمان کو لازم ہے کہ عشق رسولؐ اختیار کرے' تاکہ اللہ کی راہ میں جہاد کر کے اُس کی خوشنودی حاصل کر سکے اور یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔خلاصہ' کلام یہ ہے کہ مسلمان کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے' اور اُس کی رضا حاصل کرنے کا طریقہ جہاد فی سبیل اللہ ہے' اور اُس کی راہ میں جہاد اُس وقت ممکن ہے جب مسلمان اللہ سے محبت کرے اور محبت الٰہی کا طریقہ ہے اتباع رسول ﷺ۔

6۔ گزشتہ شعر میں اقبال نے یہ کہا ہے کہ ایک لاکھ فلسفی بھی جمع ہو جائیں' تو بھی سر سے کفن باندھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نہیں نکل سکتے' لیکن اگر ایک مسلمان بھی ایسا ہو جس میں شان کلیمی پائی جائے تو وہ تن تنہا' کفر کا مقابلہ کرنے کے لیے سربکف میدان جہاد میں آ سکتا ہے۔لَا تَخَفْ میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر سورۃ القصص کی آیات (30-31) میں آیا ہے' جن کا ترجمہ یہ ہے:''پس جب وہ اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو اُن کو اس میدان کی دائیں جانب سے' اس مبارک مقام میں ایک درخت (درختِ طور) میں سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں' اور یہ کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔سو جب انہوں نے اس کو لہراتا ہوا دیکھا' گویا کہ وہ سانپ ہے تو پُشت پھیر کر چل دیئے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔(اس پر دوبارہ درخت میں سے آواز آئی کہ) اے موسیٰ! آگے آؤ اور ڈرو مت۔تم امن پانے والوں میں ہو اقبال کہنا یہ چاہتے ہیں کہ آج بھی اگر کوئی مسلمان مثلِ کلیمؑ معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو تو آج بھی درختِ طور سے لَا تَخَفْ کی آواز آ سکتی ہے۔

7۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں میں مدینہ طیبہ اور نجف کی خاک کا سرمہ لگایا ہے' اس لیے فرنگیوں کے فلسفے اور سائنس کے جلوے سے میری نظر میں چکا چوند پیدا نہیں ہو سکتی' یعنی میں سرکارِ دوعالم ﷺ اور حضرت علیؓ کی تعلیمات کا پیرو ہوں' اس لیے مغربی علوم مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔

# کیا ذاتِ رسالت مآب ﷺ پر تنقید برداشت کی جاسکتی ہے؟

محمد احمد حافظ

توہین رسالت کے حالیہ اندوہناک وقوعے نے مسلمانوں کے ہر طبقے کو یکساں متاثر کیا ہے۔ آج ہم مسلمانوں کا اہم ترین موضوع اہل مغرب کی توہین رسالت پر مبنی اجتماعی جسارت ہے۔ ہم مغرب کے رویئے کو دیکھتے ہوئے اپنے تعلقات کے حوالے سے نظر ثانی پر مجبور ہیں۔ ایک طرف نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے حوالے سے ایمانی تقاضے ہیں دوسری طرف مغرب کے ساتھ سیاسی، سفارتی، اقتصادی اور تہذیبی تعلقات ہیں۔ الحمدللہ! یہ اطمینان بخش بات ہے کہ سوا ارب مسلمانوں نے پر زور احتجاجی مظاہروں کے ذریعے مغرب کو یہ پیغام دیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے کسی قسم کی مداہنت کے لیے تیار نہیں۔ اس سلسلے میں جہاں ایک طرف لاکھوں افراد کے اجتماعات منعقد ہوئے وہیں اہل فکر کی محدود نشستیں بھی منعقد ہوئیں اور مغرب کے سامنے ردعمل کے مختلف پیرایوں پر غور وخوض ہوا۔ فکر ونظر پر مبنی ایسی ہی ایک نشست گزشتہ دنوں مجلس علمی فاؤنڈیشن کراچی کے زیر اہتمام ہوئی۔ مجلس علمی مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد طاسین رحمہم اللہ کی یادگار ہے، اور اس کا اپنا بظاہر محدود مگر ''منتخب'' کتب خانہ ہے۔ آج کل مجلس علمی کے روح رواں ڈاکٹر عامر طاسین ہیں جو اکابر کی علمی میراث کو نہایت خوبی کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہیں۔ وہی اس فکری نشست کے داعی تھے۔

اس نشست میں مولانا سید فضل الرحمن، ڈاکٹر عبدالرؤف پاریکھ، مولانا طلحہ رحمانی، مولانا سید احمد بنوری، جناب ملک نواز احمد اعوان، مولانا زبیر احمد چترالی، سید عزیز الرحمن اور دیگر اہل علم حضرات موجود تھے۔ معروف اسکالر اور قلم کار مولانا زاہد الراشدی جو ان دنوں کراچی کے دورے پر تھے اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ سلسلہ کلام کا آغاز مولانا کی طرف سے ہی ہوا، ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ

آج کل کے گئے گزرے اور مادی دور میں مسلمانوں کا متحد ہوکر تحفظ ناموس رسالت کے لیے آواز بلند کرنا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا اعجاز ہے۔ مغرب مذہب اور آسمانی ہدایت سے دستبرداری کے مرحلے میں ہے اور حیوانیت پر اتر آیا ہے۔ اس کے ترکش میں دلائل و براہین کے تیر نہیں رہے۔ اب معاملہ صرف توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا نہیں رہا بلکہ یہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ مغرب مسلمانوں پر الزام عائد کرتا ہے کہ مسلمان تنقید برداشت نہیں کرتے۔ جب مسلمان تنقید برداشت نہیں کریں گے تو بحث ومباحثہ کیسے ہوگا؟ یہ بات توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار کے ایڈیٹر نے کی ہے۔ اس نے اپنے وضاحتی مضمون میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ خاکے عمداً شائع کیے گئے اور ان کا مقصد ایک طرف اظہار رائے کی آزادی کو چیک کرنا اور دوسری طرف مسلمانوں کے اندر حلال وحرام کے امتیازات کو ختم کرنا تھا۔

ذرا تصور کیجیے' ایک ادنیٰ مسلمان کے سامنے بھی کوئی بھاری بھرکم علمی شخصیت اپنے علم ومطالعہ کے زور پر آنحضرت ﷺ پر اعتراضات اٹھائے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ یقینی طور پر اس کی پہلی کوشش اس ناہنجار کو تہ تیغ کرنے کی ہی ہوگی

مولانا نے فرمایا مسلمانوں نے ہمیشہ تنقید کو برداشت کیا ہے اور تنقید کا دلائل کی روشنی میں جواب بھی دیا ہے۔ تنقید اور توہین میں فرق ہے۔ مسلمان تنقید کو برداشت کرلے گا مگر تنقیص وتوہین کو برداشت نہیں کرے گا۔ موجودہ صورتحال میں اہل علم ودانش کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور مغرب کے پیش کردہ چیلنج کا علمی وفکری سطح پر جواب دیں۔''

ممکن ہے کہ اس پیراگراف میں راقم مولانا کے فرمودات کی کما حقہ ترجمانی نہ کرپایا ہو لیکن آخری بات کہ ''مسلمان تنقید برداشت کرسکتا ہے تنقیص وتوہین نہیں'' مولانا کے ہی الفاظ ہیں۔ اس سے زیادہ غیر مبہم الفاظ روزنامہ اسلام نے اپنی 8 مارچ کی اشاعت میں نقل کیے جو انہوں نے جامعہ انوار القرآن کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہے۔ مولانا کا کہنا تھا' تاریخ گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن کریم پر جو تنقید کی گئی تو دلائل سے اس کا جواب دیا گیا، مگر گستاخی کو کبھی بھی معاف نہیں کیا گیا۔ آج بھی مسلمان کو توہین رسالت کسی صورت برداشت نہیں۔

اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے حوالے سے مغرب کے مستشرقین اور دانشوروں نے ہمیشہ معاندانہ رویوں کا ثبوت دیا ہے۔ آپ کی ذات اقدس کو نعوذ باللہ ہدف تنقید بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نعوذ باللہ اقربا پروری، عیش کوشی اور خونریزی کے بے سروپا الزامات لگائے ہیں۔ معاندین کے ان بے سروپا الزامات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈنمارک میں چھپنے والے کارٹونوں کو دیکھا جائے تو ایک معنی میں فرق صرف اتنا ہے کہ یہ کارٹون انہی الزامات کا تصویری اظہار ہیں، مطلب یہ کہ کل جو الزامات لفظوں کے پیرائے میں دہرائے جاتے تھے آج وہ متشکل لکیروں میں دہرائے گئے ہیں۔

دوسری بات کہ اہل مغرب جب بھی ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود سوائے تنقیص اور توہین کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی معاند تنقید اس لیے نہیں کرے گا کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند ہو، مستشرقین کی ساری تنقید پڑھ لیجیے، ان کے پیش کردہ اعتراضات کا مطالعہ کرلیجیے، ان تمام کے پیچھے واضح طور پر یہ جذبہ کارفرما نظر آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مورد تنقید بنا کر نعوذ باللہ آپ کے روئے زیبا کو داغ دار کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ دینی عقائد، احکام، اعمال اور آپ کی مبارک تعلیمات کو مشکوک ٹھہرایا جاسکے۔ کوئی مسلمان آپ کی ذات گرامی پر تنقید کو اس لیے برداشت نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی علمی پیرایہ ہے۔...... بھلا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کا معاذ اللہ کوئی علمی پیرایہ بھی ہوسکتا ہے؟...... ذرا تصور کیجیے ایک ادنیٰ مسلمان کے سامنے بھی کوئی بھاری بھرکم علمی شخصیت اپنے علم ومطالعہ کے زور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات اٹھائے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ یقینی طور پر اس کی پہلی کوشش اس ناہنجار کو تہ تیغ کرنے کی ہی ہوگی۔ ذات رسالت مآب پر تنقید کو برداشت کرنا قرآنی منشاء کے بھی خلاف ہے۔ جب سورۃ البقرہ آیت 104 میں اہل ایمان کو مخاطب کرکے تمام لوگوں کو بتادیا گیا کہ آپ کے سامنے ''راعنا'' نہیں بولنا بلکہ ''انظرنا'' کہہ کر آپ سے درخواست کرنی ہے اور سمع و طاعت کا مظاہرہ کرنا ہے، تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بے ادبی اور بے اکرامی کے ادنیٰ شائبے کو بھی رد کردیا گیا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ''مسلمان تنقید کو برداشت کرتا ہے۔'' بلاشبہ مسلمان نقد وتنقید برداشت کرتے ہیں کہ اسلام رواداری اور وسعت ظرفی کا درس دیتا ہے لیکن سوال یہ ہے

کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نقد ونظر کی میزان میں رکھی جاسکتی ہے؟..... قطعاً نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تنقیدی پیمانوں میں رکھے جانے سے ماوراء ہے۔ تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ کسی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونعوذ باللہ نہ گالی دی نہ برا بھلا کہا، محض کسی سنت عمل پر اپنی طبعی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تب بھی اس پر تلوار سونت لی گئی۔ الامام المجاہد حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا معروف واقعہ ہے کہ دوران درس ایک حدیث شریف آئی جس میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزیوں میں کدو بہت پسند تھا، قریب بیٹھے کسی شخص نے کہا ''مجھے تو پسند نہیں'' (مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہ تھا) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فوراً طیش میں آگئے۔ مسند کے پاس رکھی اپنی تلوار نکالی اور کہا ''ابھی اپنے ایمان کی تجدید کرو ورنہ تیرا سر اڑاتا ہوں.....'' اس ردعمل کو کیا نام دیا جائے گا.....؟ بلاشبہ علماء امت نے مستشرقین اور دیگر ملاحدہ و زنادقہ کی تنقیدات کا عالمانہ اسلوب میں جواب دیا ہے تاکہ عامۃ الناس کو معاندین کی فریب کاریوں سے محفوظ رکھا جاسکے۔ لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ علمیت بگھارنے کے نام پر ذات رسالت مآب ﷺ پر تنقید کی کھلی چھوٹ دے دی جائے اور اسے ٹھنڈے پیٹوں ہضم بھی کیا جاتا رہے۔

اگر برداشت کے نام پر تنقید کو روا تسلیم کرلیا جائے تو پھر ہر دشمن رسول ﷺ تنقید کی آڑ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کو شعار بنالے گا..... مغرب کے تنقیدی پیمانے ہماری علمی روایت سے بہت مختلف اور قطعی ناقابل قبول ہیں.....! کوئی تنقید اس ملیے برداشت نہیں کی جائے گی کہ اس کا پیرایہ اظہار توہین یا تنقیص پر مبنی نہیں یا وہ ایک ''علمی بحث'' ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ توہین رسالت کے حوالے سے حساس فضا کے باوجود نکتہ آفرینی کے لطیف پیرایوں میں ذاتِ رسالت مآب پر تنقید کو برداشت کرنے کا تاثر کیوں پھیلایا جارہا ہے.....؟ شاید مغرب کے اس پروپیگنڈے کے زیراثر کہ ''مسلمانوں میں برداشت نہیں'' خیال کیا جارہا ہے کہ کہیں تو برداشت کا بھی مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہ فکروخیال مغرب سے شدید مرعوب کسی دانشور کا تو ہوسکتا ہے، سچے مومن کا نہیں۔ مغرب کو ہم سے عدم برداشت کی شکایت ہے تو رہے.....! اسے بھی تو معلوم ہونا چاہیے کہ ''عدم برداشت کو برداشت نہ کرنا بھی عدم برداشت ہے۔'' ہم اگر اپنی بات کریں تو عرض ہے کہ محض برداشت اور رواداری کا فلسفہ مغرب کی اپنی اختراع ہے۔ ہماری علمی اور اخلاقی روایات میں جہاں برداشت اور رواداری کی اقدار موجود ہیں وہیں ''عدم برداشت'' کی مضبوط قدر بھی مسلمہ ہے۔ ''من راى منكم منكراً فليغيره بيده..... '' اور ''من احب لله و ابغض لله..... فقد استكمل الايمان'' کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ یہی نا کہ جب بھی کوئی منکر مشاہدے میں آئے اسے برداشت نہ کیا جائے یا کوئی شخص کسی ملعون حرکت میں ملوث ہو تو اس کے لئے دلوں میں بغض ونفرت رکھی جائے۔ اہل علم اگر ''ابغض'' کے مادہ، معنیٰ اور مصداق پر غور فرمالیں تو بات کافی حد تک واضح ہوجائے گی۔ یہ تو عمومی بات ہے، جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی بے ادبی و بے اکرامی کا معاملہ ہو وہاں ''برداشت'' کا ادنیٰ خیال بھی حبطِ ایمان کا سبب ہوسکتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بہ جز سمع وطاعت اور کچھ روا نہیں.....

ادب گاہیست زیر آسماں، از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید، جنید و بایزید ایں جا

❀ ❀ ❀

**پریس ریلیز**

## ہمیں اپنے اجتماعی جرائم اور دین سے غداری پر سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے

**حافظ عاکف سعید**

پوری دنیا کے مسلمان آج جس ذلت ورسوائی کے عذاب سے گزر رہے ہیں اس سے نکلنے کے لئے تین نکاتی لائحہ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں اپنے اجتماعی جرائم اور دین سے غداری پر سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے۔ جس کے باعث آج اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ چکی ہے اور ذلت ومسکنت کا عذاب ہم پر اللہ کی طرف سے مسلط کردیا گیا ہے۔ احکام الٰہی سے روگردانی کرنے پر پشیمانی اور ندامت کا احساس رکھتے ہوئے یہ عزم مصمم بھی کرنا ہوگا کہ آئندہ ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوگی۔ دوسرا قدم دین اسلام میں پورے کا پورا داخل ہونے سے متعلق ہے۔ ہمیں بالفعل اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کو اپنانا ہوگا۔ جو لوگ زندگی کے بعض معاملات میں اللہ کے احکامات پر عمل کرتے ہیں لیکن دوسرے معاملات میں دینی تعلیمات کو مسلسل نظرانداز کرتے اور ان کی خلاف ورزی کو اپنی مستقل عادت بنا لیتے ہیں، قرآن مجید کے مطابق ان کی سزا دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں جہنم کا عذاب ہے۔ اس ضمن میں تیسرا نکتہ یہ ہے کہ انفرادی حیثیت میں دینی احکام کی پابندی کے ساتھ ساتھ اللہ کے دین کو قائم اور اس کے قانون اور شریعت کو نافذ کرنے کے لیے اجتماعی جدوجہد بھی کرنی ہوگی۔ یعنی ہمیں سیاسی، سماجی اور معاشی حوالوں سے بھی اسلام کو نافذ کرنا ہوگا۔ جب تک دین اپنی پوری جزئیات کے ساتھ نافذ نہیں ہوگا، اندیشہ ہے کہ ہماری دعائیں بھی مقبول نہیں ہوں گی۔ یہ سہ نکاتی لائحہ عمل اگر ہم اختیار کرلیں تو نہ صرف یہ کہ اللہ کی رحمت ہم پر سایہ فگن ہوگی بلکہ اس کی نصرت وحمایت بھی ہمیں حاصل ہوجائے گی۔ اس لیے کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا پختہ وعدہ ہے کہ اگر مسلمان اللہ کی مدد کریں گے تو اللہ بھی ان کی مدد کرے گا۔ اس حوالے سے ہمیں رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنے کے لیے تن من دھن سے جدوجہد کرنی ہوگی۔ اسی صورت میں ہم اللہ کی نصرت کے حق دار بن سکیں گے اور جب اللہ کی حمایت ومدد ہماری پشت پر ہوگی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کرسکے گی۔

انہوں نے کہا کہ آج اسلام کو مٹانے کے لیے یہود ونصاریٰ نے باہم گٹھ جوڑ کر رکھا ہے جبکہ مسلمانوں کی بے بسی ولاچاری کا یہ حال ہے کہ 57 اسلامی ملکوں کی طرف سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ڈنمارک کے خلاف اس کی مصنوعات کے مکمل بائیکاٹ یا سفارتی تعلقات کی معطلی جیسا کوئی بھی ٹھوس اور عملی قدم اب تک نہیں اٹھایا جاسکا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا محض زبانی احتجاج کرنے سے یہود ونصاریٰ اپنی مذموم حرکتوں سے باز آجائیں گے، جن کا مقصد مسلمانوں کو ذلیل وخوار کرکے ان کی بے وقعتی کو ظاہر کرنا ہے۔ یہ سب کچھ درحقیقت قرآن سے دوری اختیار کرنے اور دنیا کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دینے کا نتیجہ ہے۔ قرآن میں یہود کے خلاف جو چارج شیٹ دی گئی ہے، وہ ہمارے لیے نہایت سبق آموز ہے اور اس آئینے میں ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

☆ قیام پاکستان مشیت ایزدی کا فیصلہ تھا اور مشیت ایزدی حقیقت ہوتی ہے سراب نہیں **ڈاکٹر صفدر محمود**

☆ پاکستان کی حقیقی منزل اسلام ہے۔ سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی آزادی کے بغیر حقیقی آزادی ممکن نہیں **اکرم ذکی**

☆ عوام کو شودر سمجھنے والی برہمن ایلیٹ سوسائٹی نے پاکستان پر قبضہ کر لیا **مجیب الرحمن شامی**

☆ حقیقی آزادی تمام غلامیوں سے چھٹکارا پا کر اللہ کا بندہ بننے میں ہے لیکن ہم امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بن چکے ہیں **ڈاکٹر اسرار احمد**

## تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام ”ہماری آزادی حقیقت یا سراب؟“ کے موضوع پر سیمینار

مرتب: وسیم احمد

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام 23 مارچ بروز جمعرات صبح 10 بجے قرآن کالج کے وسیع و عریض قرآن آڈیٹوریم میں ایک سیمینار بعنوان ”ہماری آزادی حقیقت یا سراب؟“ منعقد ہوا جس کی صدارت بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے کی۔ اس سیمینار سے جن دیگر اہل علم دانشور حضرات نے خطاب فرمایا ان میں ڈاکٹر صفدر محمود، جناب اکرم ذکی اور مجیب الرحمٰن شامی شامل ہیں جبکہ مرزا ایوب بیگ صاحب نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔

اس تقریب کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک و ترجمہ سے ہوا۔ مرزا ایوب بیگ صاحب نے ابتدائی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی آزادی سیٹو اور سینٹو میں شمولیت کے ساتھ ہی محدود ہو گئی تھی جو باجوڑ پر امریکی حملے کے بعد حالت نزع میں چلی گئی۔ انہوں نے کہا کہ 23 مارچ درحقیقت یوم جمہوریہ پاکستان ہے، جو 23 مارچ 1956ء کو نیا آئین بننے کی خوشی میں منایا جانا شروع ہوا لیکن غیر جمہوری عناصر نے پاکستان کو آئین سے محروم کر کے 23 مارچ کا دن قرارداد پاکستان کے طور پر منانا شروع کر دیا۔

ابتدائی کلمات کے بعد ملک کے ممتاز دانشور جناب ڈاکٹر صفدر محمود کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کے نوے فی صد ممالک حقیقی طور پر آزاد نہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو برطانیہ کی آزادی بھی سراب ہے لہٰذا یہ سوال اٹھانا کہ ہماری آزادی حقیقت ہے یا سراب، درست نہیں۔ بلاشبہ پاکستان کی آزادی بہت بڑی نعمت ہے اور پاکستان کا قیام مشیت ایزدی کا فیصلہ تھا اور مشیت ایزدی ہمیشہ حقیقت ہوتی ہے سراب نہیں البتہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جس منزل کے حصول کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا وہ ابھی تک سراب ہے۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظم نے اپنی تقاریر میں اسلامی عدل و انصاف اور انسانی مساوات پر بہت زور دیا تھا لیکن آج پاکستان نہ تو جمہوری ہے اور نہ ہی اسلامی فلاحی ریاست۔ پاکستان کو جس روشن خیالی کی طرف لے جایا جا رہا ہے وہ قائداعظم، علامہ اقبال اور مسلمانوں کی امنگوں کے مطابق نہیں۔ انہوں نے کہا کہ 1940ء کے اجتماع لاہور میں جتنے افراد نے شرکت کی آج سرکاری مسلم لیگ ”پرویزی اجتماع“ کے لیے تمام حکومتی مشینری کے استعمال کے باوجود اتنے افراد اکٹھے نہیں کر سکتی کیونکہ 1940ء کی قرارداد ہندوستان کے مسلمانوں کے دل کی آواز تھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو آج مسلمانانِ برصغیر بھارت کے دوسرے درجہ کی شہری ہوتے اور اُن کی حیثیت شودروں سے بھی بدتر ہوتی۔ اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب 14 فی صد ہے لیکن انہیں 5 فیصد حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔ ہمیں پاکستان کو اسلامی، فلاحی اور جمہوری ریاست بنانے کی منزل کو سامنے رکھ کر کہ اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے۔

> **پاکستان کو جس روشن خیالی کی طرف لے جایا جا رہا ہے وہ قائداعظم، علامہ اقبال اور مسلمانوں کی امنگوں سے ہرگز مطابقت نہیں رکھتی**

سابق سیکریٹری خارجہ جناب اکرم ذکی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی آزادی کے بغیر حقیقی آزادی ممکن نہیں۔ قائداعظم کی وفات کے بعد مفاد پرست لوگ مسلم لیگ پر قابض ہو گئے اور جن لوگوں نے قیام پاکستان کے لیے قربانیاں دی تھیں وہ لاتعلق کر دیئے گئے۔ انہوں نے کہا

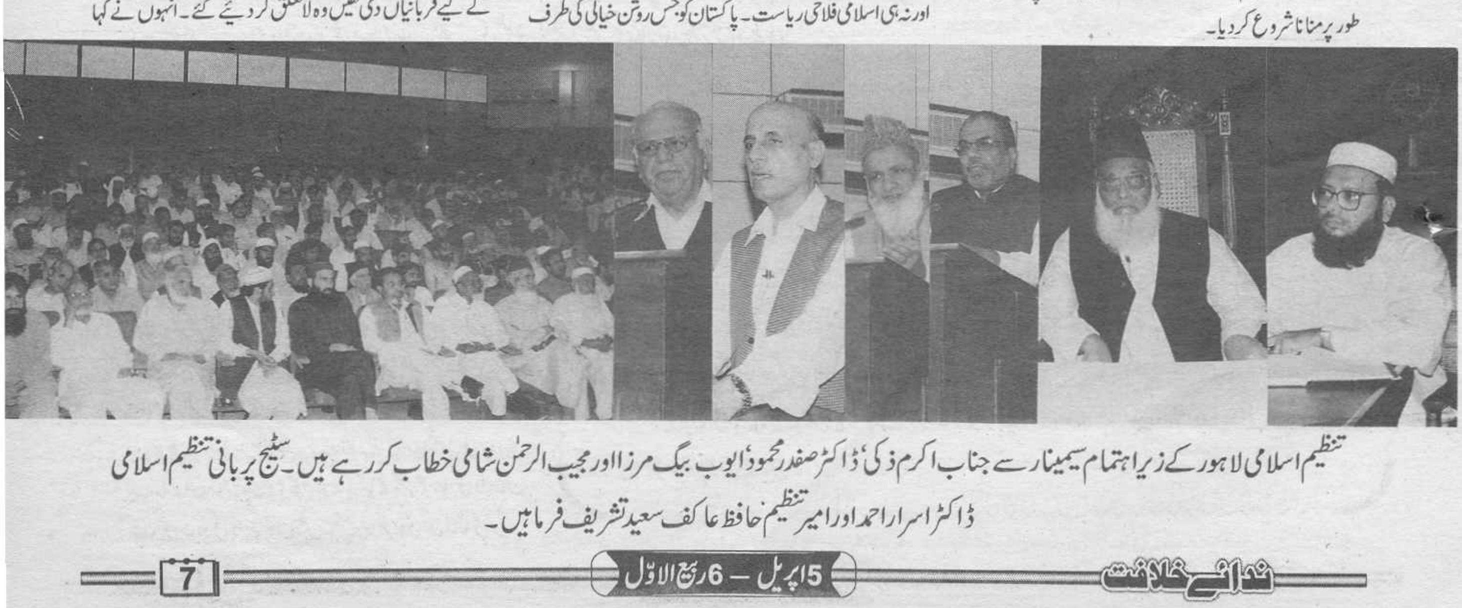

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام سیمینار سے جناب اکرم ذکی، ڈاکٹر صفدر محمود، ایوب بیگ مرزا اور مجیب الرحمٰن شامی خطاب کر رہے ہیں۔ سٹیج پر بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد اور امیر تنظیم حافظ عاکف سعید تشریف فرما ہیں۔

کہ پاکستان کی حقیقی منزل اسلام ہے۔ یہ درست ہے کہ ہماری منزل ابھی دور ہے لیکن باہمت لوگ مشکلات کے باوجود منزل کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ ملک میں دینی جماعتوں اور تنظیموں کی وجہ سے اسلامی اقدار فروغ پا رہی ہیں۔ انہوں نے ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے بلوچستان کے حوالہ سے کہا گیس کی رائلٹی سرداروں کو دینے کی بجائے عوام پر خرچ کی جائے تو بلوچی عوام اب بھی پاکستان کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اپنی قومی ادارے غیر ملکیوں کو فروخت کیے تو ہمارا ملک حقیقت نہیں رہے گا سراب بن جائے گا۔

روزنامہ پاکستان اور ماہنامہ قومی ڈائجسٹ کے مدیر اعلیٰ جناب مجیب الرحمٰن شامی نے خطاب کرتے ہوئے کہا پاکستان میں ون یونٹ کو فوج نے توڑا اور ون یونٹ سے صوبوں کی تقسیم مارشل لا ہی کی پیداوار ہے۔ اگر ون یونٹ رہتا تو مشرقی اور مغربی پاکستان جس انداز سے الگ ہوئے ایسے نہ ہوتے اور نہ ہی ہمیں اتنے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد مفاد پرست طبقات میں اقتدار کی رسہ کشی شروع ہوگئی اور جو سیاسی قیادت ہمیں ملی اس کی جڑیں عوام میں نہیں تھیں۔ ایک برہمن ایلیٹ سوسائٹی نے پاکستان پر قبضہ کرلیا جو عام شہری کو شودر سمجھتے ہیں لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ شودر برہمنوں سے اپنا حق واپس حاصل کریں پھر انہیں آزادی سراب نہیں لگے گی۔ آج پاکستان فوجی اعتبار سے ناقابل تسخیر قوت بن چکا ہے جس کی قیمت ہم نے سیاسی، سماجی، اور تعلیمی شعبے میں قربانی کی صورت میں ادا کی۔ اب ہمیں ان تمام شعبوں کو مضبوط کرنا چاہیے۔ اگر ہم نے ان چیلنجوں کا مقابلہ کرلیا تو ہم حقیقی آزادی سے بہرہ ور ہوسکیں گے۔

شامی صاحب کے خطاب کے بعد نماز ظہر کا وقت قریب تھا' لہٰذا امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے سیمینار سے اپنے خطاب کا ارادہ ملتوی کیا اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کو صدارتی خطبہ ارشاد فرمانے کی گزارش کی گئی۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ دنیا میں مادر پدر آزادی کا تصور رائج ہے جبکہ حقیقی آزادی تمام غلامیوں سے چھٹکارا پا کر اللہ کا بندہ بننے میں ہے۔ اس وقت پوری ملت اسلامیہ مغرب کی علمی' تہذیبی اور سائنسی ترقی کے سامنے بے بس ہوکر غلام بن چکی ہے اور اپنے فروعی اختلافات کے سبب اسلام کے پیغام سے دور ہو کر عذاب الٰہی کی گرفت میں آ چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبال نے مسلمانوں کو ایک آزاد اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کا خواب دکھایا لیکن ہم نے اس طرف سفر نہیں کیا جس کی وجہ سے ہم امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بن چکے ہیں۔ نائن الیون کے بعد اگر کوئی کہے کہ پاکستان آزاد ہے تو یہ درست نہ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان مشیت ایزدی کا مظہر تھا۔ اگر ہم نے اب بھی اسلام کی طرف پیش رفت نہ کی تو ملک کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ آج اسلام کو ملک سے نکالنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ اگر ان سازشوں کو ناکام نہ بنایا گیا تو پھر ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلام کی طرف لوٹنا چاہیے۔ اگر ہم اپنی معاش اور معاشرت سے حرام کاموں کو نکال کر ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کمربستہ ہوجائیں تو عذاب الٰہی سے بچ سکتے ہیں۔ پروگرام کے اختتام پر امیر تنظیم اسلامی لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے مہمانان گرامی کے لیے پُرتکلف ظہرانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔

❀ ❀ ❀

**افکار معاصر**

# پاکستان کی ''شفاف جمہوریت''

**بی بی سی اردو ڈاٹ کام سے ماخوذ**

وسعت اللہ خان

ایوب خان حکومت نے بیوروکریسی کو زبانی ہدایات جاری کی تھیں کہ بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت منتخب شدہ کونشن مسلم لیگ کے کونسلروں کا کوئی کام نہ روکا جائے اور ہر ممکن تعاون کیا جائے۔

ذوالفقار علی بھٹو حکومت نے پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو باقاعدہ پارٹی کارڈ جاری کئے تاکہ وہ سہولت کے ساتھ سرکاری محکموں سے عوامی مسائل حل کرواسکیں۔ اس کے علاوہ بھٹو حکومت نے ''لیٹرل انٹری'' کا نظام بھی متعارف کروایا تاکہ پبلک سروس کمیشن کے نظام کے تحت آنے والے کرپٹ افسروں کی برطرفی سے جو آسامیاں خالی ہوں ان پر مخلص پارٹی کارکنوں کا براہ راست تقرر ہوسکے اور بیوروکریسی سیاسی حکومت کے خلاف سازش نہ کرسکے۔

جب بے نظیر بھٹو وزیراعظم بنیں تو انہوں نے پیپلز ایمپلائمنٹ بیورو قائم کیا جس کا کام یہ تھا کہ جنرل ضیاء کی آمریت کے خلاف جدوجہد کرنے والے کارکنوں کو ترجیحی بنیاد پر سرکاری اور نیم سرکاری عہدوں پر مقرر کیا جائے۔

اس طریقے سے جو کارکن بھرتی ہوئے انہیں دو برس بعد ہی نواز شریف حکومت نے چلتا کردیا اور ان کی جگہ مسلم لیگی کارکنوں کو ارکان پارلیمان کے ملازمتی کوٹے اور وزیراعظم اور وزرائے اعلیٰ کے صوابدیدی کوٹے کے ذریعے ملازمتیں فراہم کی گئیں۔ ہر محکمے کی کارکردگی پر نظر رکھنے کے لیے مسلم لیگی کارکنوں کی نگراں کمیٹیاں بنائی گئیں تاکہ روزمرہ کے کام سہولت سے نکلتے رہیں۔

پنجاب کے موجودہ وزیراعلیٰ نے اس روایت کو مزید پائیدار بنانے کے لیے پہلے تو بلدیاتی انتخابات کے موقع پر عوام سے کہا کہ اگر انہیں ترقیاتی فنڈز چاہئیں تو مسلم لیگی کونسلرز کو کامیاب کروائیں۔ پھر مسلم لیگی کونسلرز سے کہا گیا کہ اگر وہ مشکلات سے بچنا چاہتے ہیں تو وزیراعلیٰ کے نامزد امیدواروں کو ناظم اور نائب ناظم منتخب کریں۔ اس حکمت عملی کی کامیابی کے بعد اب چوہدری پرویز الٰہی نے اعلان کیا ہے کہ مسلم لیگی کارکنوں کو پرویلج کارڈ جاری کئے جارہے ہیں تاکہ وہ یہ کارڈ دکھا کر سرکاری محکموں سے اپنے کام ترجیحی بنیاد پر کرواسکیں۔ یہی نہیں بلکہ ملازمتوں کے سلسلے میں بھی مسلم لیگی کارکنوں کو ترجیح ملے گی۔

پنجاب حکومت کی دیکھا دیکھی سندھ کے وزیراعلیٰ ارباب غلام رحیم نے بھی صوبائی پبلک سروس کمیشن کے امتحانات منسوخ کردیے ہیں اور سرکاری محکموں میں اب براہِ راست تقرریاں کی جائیں گی۔

یہ وہ روڈ میپ ہے جس پر چلتے ہوئے آئندہ برس یا اس سے اگلے برس عام انتخابات ہوں گے اور وزیراعلیٰ پنجاب کے بقول ایسی اسمبلیاں وجود میں آجائیں گی جو پرویز مشرف کو اگلے پانچ برس کے لیے باوردی صدر منتخب کرلیں گی۔

موجودہ مسلم لیگی حکومت کی ایک اچھی بات یہ ہے کہ وفاقی کابینہ میں کرپشن کے الزام میں نیب زدہ ارکان کی شمولیت سے لے کر صدر مشرف کو اگلی ٹرم کے لیے باوردی صدر منتخب کرانے تک ہر کوشش اور اقدام شفاف اور کھلے پن کے جذبے کے ساتھ کیا جارہا ہے۔

ویسے بھی جمہوریت میں ہر کام کھلے اور شفاف طریقے سے ہوتا ہے۔ یہی وہ جمہوری ماڈل ہے جسے امریکی صدر بش اکثر سراہتے رہتے ہیں۔

# صلیبی جنگوں کی تاریخ

عراق پر حملہ کرتے وقت جب امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے اعلانِ جنگ کیا تو ساری دنیا نے اسے غیر قانونی اور بلا جواز قرار دیا' لیکن اعلان جنگ کے دوران جب اُس کے حلق سے لفظ ''کروسیڈ'' نکلا تو دنیائے اسلام کے اہل فکر و نظر نے اُسی لمحے سمجھ لیا کہ وجۂ جواز کیا ہے۔ پھر آنے والے ایام و واقعات اور بش کے اعلانات و اقدامات نے ثابت کر دیا کہ درحقیقت وہ عراق و افغانستان کے بعد شام' ایران اور پاکستان پر حملہ آوری کے لیے جو چالیں چل رہا ہے وہ سب ''کروسیڈ'' کی اندرونی تپش کے شاخسانے ہیں۔ اگرچہ اُس نے دوسرے ہی دن مسلمانانِ عالم سے معافی طلب کی تھی' لیکن مسلمان اب چوکنے ہو گئے تھے۔ راولپنڈی میں ایک نوجوان نے اُسی روز راقم کو ''ندائے خلافت'' کے دفتر میں فون کر کے پوچھا: ''یہ کروسیڈ کیا چیز ہے' جس کا ذکر بش نے اپنی تقریر میں کیا۔'' میں نے نتیجہ اخذ کیا کہ بے خبری کا اظہار بھی چوکنا ہونے کی علامت ہے۔ پھر فرمائشی فون بھی آئے اور خطوط بھی کہ ''ندائے خلافت'' میں صلیبی جنگوں کی تاریخ کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ میں نے مدیرِ اعلیٰ جناب حافظ عاکف سعید سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے فرمایا' پہلے ''احیائے اسلام کی تحریکوں کی تاریخ'' مکمل ہو جائے' تب یہ دوسرا سلسلہ شروع کیا جائے۔ بے شک حالاتِ حاضرہ کا تقاضا ہے کہ ماضی کی صلیبی جنگوں کا حال بھی ہمارے قارئین کو سنایا جائے' لیکن ''ندائے خلافت'' کے محدود صفحات دو دو قسط وار سلسلوں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ''تاریخ تحریکات احیائے اسلام'' 127 قسطوں میں مکمل کرنے کے بعد ہم صلیبی جنگوں کے خوں ریز میدان میں بزورِ شمشیر' جی نہیں' بذریعہ قلم داخل ہوتے ہیں۔ (س۔ق۔م)

## پس منظر

عیسائیت اپنی ابتدائی صدیوں میں قدیم رومی سلطنت کے اُن علاقوں میں بڑی تیزی سے پھیلی جو بحیرۂ روم کے ساحلوں پر واقع تھے۔ اسی طرح اس نے مغربی یورپ میں بھی بڑی تیز رفتاری سے ترقی کی' لیکن اس کے بعد اس ترقی کی رفتار سست پڑ گئی۔ ان قوموں نے جو قدیم رومی سلطنت کی شمالی سرحدوں پر آباد تھیں' اس نئے دین کو رُک رُک کر قبول کیا اور اس سے پہلے کہ ان میں سے سب قومیں عیسائی ہوتیں' مشرق اور شمال بعید کے وحشیوں نے اُن کو مغلوب کر کے پامال کر ڈالا۔ پھر یہ وحشی جنوب کی سمت میں آگے بڑھ کر رومی علاقوں میں داخل ہوئے۔ انہوں نے وہاں کے باشندوں کے امن و امان اور اُن کی خوشحالی کو غارت کیا اور ہر طرح بدنظمی پھیلا دی۔ ایسے پُرآشوب دور میں ایک نیا دین کیسے پھیل سکتا تھا۔ چنانچہ یہ صرف جنوبی علاقوں میں باقی رہ گیا۔

پھر ساتویں صدی عیسوی میں جب اسلام ایک مضبوط قوت کے ساتھ آگے بڑھا تو ایک طرف بازنطینی سلطنت سے اُس کا تصادم ہوا اور دوسری جانب اندلس و فرانس میں مسلمانوں کا مقابلہ عیسائی حکومتوں سے ہوا۔ اگرچہ اس تصادم اور مقابلے کی بھی تاریخ میں بڑی اہمیت ہے' لیکن صلیب و ہلال کے ان معرکوں کو حروب صلیبیہ (Crusades) کا اصطلاحی نام نہیں دیا جا سکتا۔ جن جنگوں کو ہم صلیبی جنگیں کہتے ہیں' وہ بہت معنی خیز ہیں اور اُن کی اہمیت یوں زیادہ ہے کہ ان کی بدولت مغربی عیسائیت مشرقی عیسائیت سے آملی' اور اگرچہ دونوں میں تاریخی عداوت تھی' لیکن اسلام کے خلاف دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا' وہ وحشی لوگ جو مشرق اور شمال سے عیسائی علاقوں پر چڑھ دوڑے تھے' متمدن ہوتے گئے اور انہوں نے بھی عیسائیت قبول کر لی۔ اس سے کلیسا کی اخلاقی قوت بحال ہونے لگی۔ اُسے چھنے ہوئے علاقے بھی واپس ملنے لگے اور عیسائیت کے قدم نئے نئے علاقوں میں پہنچنے لگے۔ پہلی صلیبی جنگ 1096ء سے کم و بیش سو برس پہلے ڈنمارک' ناروے اور سویڈن عیسائی ہو گئے تھے اور اس سے پچاس ساٹھ برس پہلے پولینڈ اور ہنگری نے بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

اب عیسائیوں نے اپنا تحفظ و دفاع کرنے کی بجائے

> صلیبی جنگوں کی بدولت مغربی عیسائیت مشرقی عیسائیت سے آملی اور اگرچہ دونوں میں تاریخی عداوت تھی لیکن اسلام کے خلاف دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا

اوروں کے خلاف اقدام شروع کیا۔ شمال میں عیسائی بادشاہوں نے بحیرۂ بالٹک کے ساحلوں پر آباد بت پرستوں کے خلاف جنگ شروع کی اور جنوب میں فرانسیسی اور ہسپانوی عیسائیوں نے مل کر سپین کے مسلمانوں کو وہاں سے نکال باہر کرنے کی مہم شروع کی۔

ان جنگوں سے حالات کا پانسہ عیسائیت کے حق میں پلٹنے ہی کو تھا کہ اُس کی راہ میں ایک اور مہیب روک حائل ہو گئی۔ گزشتہ صدیوں میں جس طرح یورپ میں وحشی حملہ آور مہذب بن گئے تھے' اسی طرح مسلمان بھی متمدن ہو گئے تھے۔ اب وہ غیر مہذب اور خانہ بدوش صحرائی نہیں رہے تھے' بلکہ مہذب و متمدن شہری باشندے بن چکے تھے۔ یہی نہیں' اُن کے داعیانِ دین نے ایک اور جنگجو قوم کو بھی مسلمان کر لیا تھا' یہ وسطی ایشیا کے سلجوقی تھے جو نسلاً ترک تھے۔ سلاجقہ نے اسلام قبول کر لینے کے بعد عربوں کے علاقوں کو زیرِ نگیں کیا اور خود کو ایک ایسی حکمران قوم بنا لیا' جس کا غلبہ عرب بھی تسلیم کرنے لگے۔ بغداد پر سلجوقی ترکوں کی حاکمانہ طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ 1070ء میں انہوں نے مصر کے فاطمیوں سے شام چھین لیا۔ فاطمین کو اس کا سخت رنج ہوا اور فاطمی وزیر افضل بن بدر الجمالی سلجوقیوں کے خلاف صلیبیوں کے ساز باز کرنے سے بھی باز نہ آیا۔

یورپ میں اُس وقت سب سے زیادہ دولت مند اور خوش حال عیسائی حکومت بازنطینی حکومت تھی۔ اُس کی دولت و ثروت اور جنگ آزما سپاہیوں کا سرچشمہ اُس کا وہ مقبوضہ علاقہ تھا جو ایشیائے کوچک میں بحیرۂ روم اور بحیرۂ اسود کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ اس حکومت کا مرکزی مقام قسطنطنیہ تھا۔ سلجوقی ترکوں نے زور پکڑتے ہی بازنطینی حکومت کے اُن علاقوں پر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ بازنطینی فوج نے شروع کے دو معرکوں میں تو ترکوں کو زبردست شکست دی۔ لیکن تیسرے معرکے (1071ء) میں سلجوقیوں نے بازنطینیوں کو ایشیائے کوچک میں ایسی فیصلہ کن شکست دی کہ بازنطینی سلطنت متزلزل ہو گئی اور اُس کا شہنشاہ ایشیائے کوچک میں اپنے مقبوضات کو سلاجقہ سے آزاد کرانے کے لیے پوپ سے فریاد کرنے پر مجبور ہو گیا۔

سلجوقی ترک اس فتح کے بعد آگے بڑھتے چلے گئے اور

انہوں نے عیسائیوں کے کئی بڑے شہروں مثلاً انطاکیہ اور نیقیہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک سلجوقی بادشاہ قلیج ارسلان بن سلیمان نے نیقیہ پہنچ کر اپنی حکومت قائم کر لی اور ''سلطان روم'' کا لقب بھی اختیار کر لیا۔ الپ ارسلان کے زمانے میں یہ علاقہ فتح ہوا تھا جس نے سلیمان بن قلتمش بن اسرائیل بن سلجوق کو صوبۂ روم یا ارض روم کا حاکم بنایا تھا۔ اُسی کی نسل میں ایشیائے کوچک کی یہ اسلامی حکومت خلافت عباسیہ سے الگ ہو کر ایک خود مختار سلطنت بن گئی۔ سلیمان سے لے کر کیقباد تک پندرہ بادشاہ ہوئے۔ قونیہ اُن کا دارالحکومت تھا۔ صوبہ روم کے حکمران ہونے کی وجہ سے یہ بادشاہ ''سلطان روم'' کہلاتے تھے۔

## مغربی مورخین کا نقطہ نظر

صلیبی جنگوں کا تاریخی پس منظر مغربی مورخین یوں بیان کرتے ہیں کہ 986ء میں پوپ سلوسٹر بیت المقدس کی زیارت کو آیا تو اس نے واپس جا کر شہر مقدس کے عیسائیوں پر ظلم و ستم کی فرضی داستانیں بیان کیں' جس کے نتیجے میں فرانس اور اٹلی کے اسلحہ بند گروہ زیارت کے بہانے آتے اور شام و مصر کے سواحل پر لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شام و مصر میں آباد عیسائیوں پر سختی کی جانے لگی۔ فاطمی خلفاء نے اُنہیں اپنے مذہب کی پیروی سے روک دیا اور اُن کے گرجا گھر چھین لیے' لیکن اس کے باوجود فرانس اور اٹلی کے مسلح گروہوں اور مقامی عیسائیوں کی جارحانہ شرارتوں میں کوئی کمی نہ ہوئی تو 1008ء میں فاطمی خلیفہ الحاکم بامر اللہ کے حکم سے مرقد مسیحؑ کو زمین کے برابر کر دیا گیا اور دوسری زیارتیں بھی تباہ ہوئیں' تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ نہ زیارتیں ہوں گی اور نہ عیسائی اُن کے بہانے شام و مصر میں داخل ہو سکیں گے۔

مغربی مؤرخین یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مرقد مسیحؑ کے انہدام کے حادثے کو چالیس سال گزر گئے تو مصری خلفاء کو یقین دلایا گیا کہ اب عیسائی فساد نہ مچائیں گے بلکہ صلح و آشتی سے زیارات مقدسہ کو جائیں گے۔ اُن کی یقین دہانی پر خلیفہ الحاکم کے پوتے المستنصر باللہ نے 1048ء میں مرقد مسیحؑ دوبارہ تعمیر کرایا جو پہلے سے زیادہ خوبصورت اور عظیم تھا۔ یہ اقدام اس لیے بھی کیا گیا کہ قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ اور خلیفہ المستنصر فاطمی کے درمیان معاہدۂ دوستی طے پا گیا تھا۔ بعض مورخین نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ خلیفہ کی والدہ ماریہ راسخ العقیدہ عیسائی تھی۔ وجہ خواہ کوئی بھی ہو' اتنا واضح ہے کہ کلیسائے مقدس کو منہدم کرنے کا اقدام مصر کے فاطمی خلفاء نے انتہائی مجبوری اور غم و غصے کے عالم میں کیا تھا اور جب انہیں یقین دلایا گیا کہ اب عیسائی پُر امن رہیں گے تو انہوں نے نہ صرف عیسائیوں پر لگائی ہوئی پابندیاں ختم کر دیں' بلکہ عیسائیوں کے تمام مقدس مقامات' سرکاری اخراجات پر بحال کیے اور خود عیسائی مؤرخین اعتراف کرتے ہیں کہ اس کے بعد القدس (یروشلم) آنے والے عیسائی زائرین کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا۔

یورپ کے مذہب پرست عیسائی اب گناہ بخشوانے اور تزکیۂ نفس کے لیے بیت المقدس کی زیارت کے لیے جوق در جوق آنے لگے۔ زائرین کے گروہ بلا روک ٹوک مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے اور واپس چلے جاتے تھے۔ لیکن جب فلسطین پر سلجوقی ترکوں کا قبضہ ہوا تو انہوں نے زائرین کو مجبور کر دیا کہ وہ قوانین کا احترام کریں اور راستے کی آبادیوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔ زائرین کے لیے سرکاری اجازت نامے کی پابندی عائد کر دی گئی۔ حکم نافذ ہوا کہ زائرین ڈھول' تاشے اور باجے گاجے کے ساتھ' شور مچاتے ہوئے' بستیوں کا امن چین خراب کرتے ہوئے آنے کی بجائے عاجزی اور انکساری کے ساتھ بیت المقدس میں داخل ہوں۔ سلجوقیوں کے سخت احکام کے نتیجے میں مغربی یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت و عناد کی آگ بھڑک اٹھی اور مقامات مقدسہ اور اُن تک پہنچنے کے راستوں کو

پطرس کو ان باتوں کا یقین نہ آیا۔ اس نے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کرنا چاہا۔ اس مقام پر مورخین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اسے راستے میں ایک مقام پر گرفتار کر لیا گیا۔ ترکوں نے اُسے مارا پیٹا اور اُلٹے قدموں واپس کر دیا۔ جبکہ بعض کا خیال ہے کہ پطرس یروشلم گیا تھا۔ وہاں اُس نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ عیسائیوں سے برا سلوک ہوتا ہے۔ وہ اس بدسلوکی پر بہت افروختہ ہوا اور اُس نے یروشلم کے بطریق سے مل کر اس بارے میں گفتگو کی۔ بطریق نے بے بسی ظاہر کی اور یہ کہا کہ جب تک یورپ کے عیسائی بادشاہ متحد ہو کر ان عیسائیوں کو نہ بچائیں گے' اُس وقت تک یہی حالت رہے گی۔

**مسلمانوں کے خلاف عیسائی یورپ کی متحدہ جنگ کا منصوبہ تو پہلے ہی سے تیار تھا' پطرس راہب کی فریاد سن کر پوپ کو یقین ہو گیا کہ اب اس منصوبے پر عمل درآمد کا وقت آ گیا ہے**

آزاد کرانا دینی فریضہ قرار پایا۔ پطرس راہب نفرت کے اس الاؤ کو آگ دکھانے والا فتیلہ ثابت ہوا۔

## پطرس راہب

پطرس راہب (پیٹر دی ہرمٹ) کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نیم پاگل تھا اور اپنی بیوی کے چڑچڑے پن سے تنگ آ کر' اس سے نجات پانے کے لیے رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ تاجر تھا اور بعض کا خیال یہ ہے کہ وہ ایک معمولی زمیندار تھا۔ وہ فرانس کے قصبے ایمنس کے گرد و نواح کا رہنے والا تھا۔ اُس نے اپنی زندگی کے تیسویں برس اپنا سب کچھ بیچ ڈالا اور 1092ء (484ھ) میں' جو حسن بن صباح کے قلعہ الموت پر قبضہ کرنے اور حشیشین کی حکومت کی بنیادی رکھنے کا سال تھا' یروشلم کی زیارت کرنے گیا۔ جب وہ سرزمین مقدس کے قریب پہنچا تو اُس نے طرح طرح کی پریشان کن افواہیں مقامی عیسائیوں کی زبانی سنیں۔ راہ میں جب کارواں سرائے میں ٹھہرا' وہاں اُسے ایسے مرد و عورت ملے جو زیارت سے مایوس ہو کر واپس آ رہے تھے۔ اُنہیں راستے ہی سے لوٹا دیا گیا تھا۔ جب پطرس اسلامی علاقوں کی سرحد پر واقع عیسائی شہروں میں پہنچا تو انہیں اُن مسیحی پناہ گزینوں سے پٹا ہوا پایا' جنہیں یروشلم سے نکال دیا گیا تھا۔ ان پناہ گزینوں نے اُسے بتایا کہ ترکوں نے عربوں کو شکست دے کر یروشلم پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہاں حالات بالکل بدل گئے ہیں۔ ترک بڑے ظالم اور سخت گیر ہیں۔ انہوں نے پطرس راہب کو یہ بھی بتایا کہ عرب مبلغوں نے ایشیا کے شمال اور مشرق میں محمد ﷺ کا دین پھیلایا تو کرد اور ترک مسلمان ہو گئے۔ یہ نو مسلم پرانے مسلمانوں سے زیادہ کٹر اور متعصب ہیں۔ اُنہیں یہ برداشت نہ ہوا کہ عیسائی مسلمانوں کے درمیان امن و عافیت سے زندگی بسر کریں اور مسجدوں کے پہلو بہ پہلو گرجے بھی نظر آئیں۔ چنانچہ انہوں نے عیسائی راہبوں اور اُسقفوں کو یروشلم سے نکال باہر کیا اور گرجاؤں کو نذر آتش کر دیا یا منہدم کر دیا اور اب بہت تھوڑے زائروں کو ارض مقدس میں حاضر ہونے کی اجازت دی جاتی ہے۔

پطرس مشتعل ہو گیا۔ فرانسیسی مورخ مچاڈ نے اپنی تصنیف ''صلیبی جنگوں کی تاریخ'' میں لکھا ہے:

> ''ایک دن وہ مسیحؑ کی قبر کے آگے سربسجود تھا کہ اُس نے مسیحؑ کی یہ آواز سنی کہ پطرس اُٹھ کھڑا ہو اور عیسائیوں کی اس مصیبت کو مشتہر کر دے۔ یہ وقت ہے جب میرے خادم مدد حاصل کر کے مقدس مقامات کو چھڑا سکتے ہیں۔''

(یاد رہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون نہیں ہیں۔ ان کی کوئی قبر نہیں ہے' بلکہ وہ آسمان پر رفعت اختیار کر کے زندہ سلامت موجود ہیں۔)

پطرس شہر مقدس سے بھیک مانگتا ہوا قسطنطنیہ پہنچا اور وہاں سے روم کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ پوپ اربن ثانی سے فریاد کرے اور اُسے اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے خلاف ایک مذہبی جنگ کی دعوت دے جس کا مقصد کلیسائے مزار مسیح علیہ السلام کو مسلمانوں سے چھیننا ہو۔

پوپ اربن نے پطرس کی فریاد پوری توجہ سے سنی۔ چند ہی دن پہلے بازنطینی سلطنت کے سفیر اُس کے پاس پہنچ چکے تھے اور انہوں نے اُسے بتایا تھا کہ ترک اتنے طاقتور ہو گئے ہیں کہ تنہا بازنطینی سلطنت اُن سے نہیں لڑ سکتی اور شہنشاہ الکسس کی درخواست ہے کہ عیسائی علاقوں سے مسلمانوں کو دور رکھنے کے لیے ساری عیسائی دنیا اُس کی مدد کرے۔ اس بازنطینی (رومی) شہنشاہ کو یہ خطرہ تھا کہ سلجوقی ترک اُس سے قسطنطنیہ چھین لیں گے۔ اُس نے پوپ اربن ثانی کے پاس سفیر بھیجنے کے علاوہ یورپ کے عیسائی بادشاہوں کو بھی اس مضمون کے خط لکھے تھے کہ اگر اُنہوں نے جلد اُس کی امداد نہ کی تو قسطنطنیہ پر ترکوں کا قبضہ ہو جائے گا' جس میں عیسائیوں کی بہت سی یادگاریں ہیں۔ اُس نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہاں دولت سے بھرے ہوئے خزانے بھی ہیں' جن سے امدادی فوجوں کے سپاہیوں کو نقد انعامات دیئے جائیں گے۔ نیز یہاں کی حسین و جمیل عورتوں کی محبت یورپی سورماؤں کے لیے سب سے بڑا انعام ثابت ہوگی۔

پوپ اربن ثانی منصب پاپائیت پر فائز ہونے سے پہلے فرانس کی عظیم خانقاہ کلونی کا لاٹ پادری تھا۔ اس خانقاہ کے پادری سو برس سے بھی زیادہ مدت سے فرانسیسی سرداروں کو آپس میں لڑنے سے باز رکھنے کی سرگرم کوششیں کرتے اور ان کو یہ سمجھاتے رہے تھے کہ اسپین پہنچ کر اُن عیسائیوں کی مدد کریں جو مسلمانوں سے اپنے علاقے چھیننے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ غرض مسلمانوں کے خلاف عیسائی یورپ کی متحدہ جنگ کا منصوبہ تو پہلے ہی سے تیار تھا' شہنشاہ قسطنطنیہ اور پطرس راہب کی فریاد سن کر پوپ کو یقین ہو گیا کہ اب اس منصوبے پر عمل درآمد کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اُس نے سوچا کہ مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کا ایسا سنہری موقع اُسے پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اُس نے پطرس راہب کو مسلمانوں کے خلاف مذہبی جنگ کی تبلیغ پر مقرر کیا اور خود فرانس روانہ ہو گیا تا کہ اُسقفوں اور راہبوں کی اُس کانفرنس میں اس جنگ کا باقاعدہ اعلان کرے جو نومبر 1095ء (ذی قعدہ 488ھ) میں فرانس کے شہر اوفرن میں کلیر ماؤنٹ میں منعقد ہونے والی تھی۔



# محبت مجھے ان جوانوں سے ہے

محمد سمیع

حسب معمول ہمارے نابینا ساتھی مظاہرہ میں موجود تھے۔ میں جب انہیں دیکھتا ہوں تو مجھے بڑا رشک آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ انہیں بینائی سے محروم کر رکھا ہے لیکن دین کی خدمت کا وافر جذبہ انہیں عطا کر دیا ہے۔ وہ تنظیم میں شامل ہوئے۔ ایک مختصر عرصے میں ہی وہ حیدر آباد سے کراچی آ کر مبتدی تربیت گاہ میں شریک ہوئے۔ اب وہ کہہ رہے تھے کہ میں ملتزم رفیق بننا چاہتا ہوں۔ مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ میں نے ان سے دریافت کیا کہ جو کتب مبتدی نصاب میں شامل ہیں' کیا ان سے متعلق کیسٹس کی آپ نے سماعت فرمالی ہے؟ ان کا جواب اثبات میں تھا۔ انفاق میں بھی وہ پیچھے نہیں تھے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو دیکھ کر بڑا متاثر ہوتا ہوں۔ اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو شاید میں شیطان کے اس بہکاوے میں آ جاتا کہ میاں تمہیں تو شرعی عذر لاحق ہے۔ تمہارے لیے کیا ضروری ہے کہ تم ہر اجتماع میں شریک ہو۔ اور دیکھو نا! تمہیں ہر اجتماع میں کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ اس بے چارے کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ اور شاید کہ میں مطمئن ہو کر گھر بیٹھ رہتا اور وہیں بیٹھ کر جس قدر ممکن ہوتا دین کے لیے کام کرتا۔ آپ کا بڑا حوصلہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا جی' یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ شاید ایسے ہی نوجوانوں کے لیے علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

ایسے نوجوانوں کے بارے میں انہی کا ایک اور شعر یاد آ رہا ہے۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارہ
شباب جس کا ہے بے داغ' ضرب ہے کاری

بظاہر دوسرے شعر کا حوالہ کچھ بے جوڑ سا لگتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جوانوں کی جن صفات کا اس شعر میں تذکرہ کیا گیا ہے' ایسے ہی صفات کے حامل نوجوانوں کی اسلامی تحریکوں کو ضرورت ہے۔

ایسا نہیں کہ محض نوجوان ہی دین کی خدمت کے لیے ضروری ہوں بلکہ اصل بات جذبہ کی ہے۔ اس حوالے سے بھی میرے سامنے ایک بزرگ رفیق کی مثال ہے۔ ہمارے ان رفیق کا تعلق بھی حیدر آباد ہی سے ہے۔ ان کی عمر نوے سال سے زیادہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک وہ کافی فعال تھے۔ اب ضعیفی کی بناء پر کافی کمزور ہو چکے ہیں لیکن پچھلے ماہانہ دو اجتماعات سے میں انہیں دوبارہ دیکھ رہا ہوں۔ کوئی نہ کوئی انہیں بھی اپنے ساتھ اجتماع میں لے آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انہیں سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نوجوان رفقاء کے لیے اس میں ایک سبق ہے۔ انہیں اپنی جواں عمری کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ بلکہ وہ نوجوان بھی جو ابھی کسی تحریک میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کا دل تو چاہتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں لیکن مختلف عذر ان کے آڑے آ رہے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ اگر وہ فیصلے پر اس وقت پہنچیں جب خاصا وقت گزر چکا ہو تو انہیں میری طرح یہ کہنا پڑے کہ کاش میں عہد شباب میں ہی کسی تحریک سے جڑ گیا ہوتا اور میں نے جو وقت لہو ولعب میں گزار دیا تو ان پانچ سوالوں میں سے ایک سوال کا کیا جواب دوں گا جبکہ مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی جوانی کہاں گھلائی۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں تو مجھے اپنے جیسے لوگوں کے لیے یہ دعائیہ شعر ذہن میں آتا ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

❁❁❁

## تنظیمی اطلاع

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے مشورہ کے بعد جناب ڈاکٹر عارف رشید کو آئندہ دو سال کے لیے تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن کے امیر کے طور پر برقرار رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔


## دین فہمی بذریعہ خط و کتابت

زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی فراہم کرنے والا
ادارہ فہم دین کا مرتب کردہ چوتھا کورس

دستورِ حیات

انفرادی و اجتماعی زندگی کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی منشا کے مطابق ڈھالنے کے لیے ایک منفرد کورس
☆ آسان سوال ☆ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ☆ مناسب فیس
پراسپکٹس اور دیگر تفصیلات کیلئے رابطہ:

فہم دین خط و کتابت کورسز

0301-4870097


## ❁❁ ضرورت رشتہ ❁❁

☆ بیٹی' عمر 24 سال' تعلیم بی اے' تجوید و قرأت کا دو سالہ کورس' شرعی پردہ کی پابند' کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-7849181

## دعائے مغفرت

☆ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن کے ناظم دعوت و تربیت محترم خادم حسین کی بہو انتقال فرما گئی ہیں۔
☆ حلقہ لاہور شمالی کے رفیق جناب ارشد چیمہ کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔
قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومات کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

# اسلام میں مطلوب عقیدہ و کردار اور ذرائع ابلاغ کی ہلاکت آفرینی

رشید عمر

اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات' رسالت اور آخرت کو غیر متزلزل یقین کے ساتھ مان لینا اسلامی عقیدے کی بنیاد ہے۔ یہ عقیدہ اسلامی نظام زندگی کی مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ جو انفرادی و اجتماعی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ انفرادی زندگی میں عبادات کا معاملہ ہو یا خوشی اور غمی کے مواقع ہوں اور حیاتِ اجتماعیہ میں حکومت و سیاست ہو یا کاروباری لین دین ہو یا انسانوں کے درمیان رویے اور سلوک ہوں' یہ عقیدہ مکمل راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کی روح خالق کائنات کی ذات وصفات پر غیر متزلزل یقین ہے۔ صفات الٰہیہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے' اس کا پیدا کرنے والا صرف وہی ہے۔ اُسی نے تمام انسانوں کو آدم وحوا کے ایک جوڑے سے پیدا کر کے رنگوں' شکلوں اور علاقوں میں تقسیم کر دیا۔ تخلیق کے اعتبار سے کسی انسان کو کسی دوسرے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ انسان ہونے کے ناطے سب برابر اور قابلِ احترام ہیں۔ جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اسی نے کائنات کی ہر شے کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ وہ انسان اور باقی ہر شے کا مالک حقیقی ہے۔ انسان بظاہر جن چیزوں پر ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے' وہ اس کے مالک کی عطا کردہ ہیں جو بطور امانت اس کے سپرد کی گئی ہیں۔ کچھ چیزیں جو انسان کے تصرف میں دی گئی ہیں۔ اللہ کی منشاء یہ ہے کہ انسان ان پر اُس کے حکم کو لاگو کر کے دکھائے۔ اسی لیے انسان کو اللہ نے روئے زمین پر آباد کیا ہے۔ یہ ذمہ داری عطا کرتے وقت ایک دوری قوت جسے شیطان کہتے ہیں۔ اس کو بھی چھوٹ دے دی کہ وہ انسانوں کو اس فرض کی ادائیگی سے غافل کرنے کی کوشش کرے اور انسانوں کو ہی اس کے لیے آلہ کار بنائے۔

انسان کے باہمی احترام اور انسانی ملکیت کی بجائے تصور امانت اور انسانی حاکمیت کی بجائے اللہ کے احکامات کی تنفیذ سے جو نظام دنیا میں برپا ہوتا ہے۔ وہ عدل و انصاف پر مبنی نظام ہے' جس میں انسانوں کی ذمہ داریوں اور ان کے حقوق میں۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورت توازن پایا جاتا ہے۔ حکومت اور رعایا کے درمیان تعلقات اور ذمہ داریوں کی حد بندی اور سرمایہ اور اجرت کے درمیان حدود کا تعین کیا گیا ہے۔ اس نظام میں ظلم کا راستہ رک جاتا ہے' اور ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے' جس میں لوگوں کو جان مال اور عزت کا تحفظ ملتا ہے۔ انسان جب اپنے آپ کو برتر سمجھ کر خود کو مالک اور حاکم سمجھنے لگتا ہے۔ تو معاشرے کی حالت اس کے برعکس ہو جاتی ہے۔ امن وسکون' عزت' جان' مال کا تحفظ ان سے کچھ چیزیں جزوی طور پر تو میسر آ سکتی ہیں لیکن مجموعی طور پر معاشرہ ان کی روح سے خالی ہو جاتا ہے۔

آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے اپنی تیئس سالہ نبوی زندگی کی انقلابی جدوجہد کے نتیجے میں یہ عادلانہ نظام قائم کر کے دکھایا اور اپنے پیروکاروں کی ایک مضبوط جماعت تیار کر دی جنہوں نے صدیوں تک اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو دنیا پر نافذ کیے رکھا۔

شیطان اور اس کے پیروکاروں کے خلاف یہ جنگ صرف اور صرف مضبوط عقیدے اور کردار کی بنیاد پر لڑی گئی اور آئندہ بھی یہی ہتھیار اہل ایمان کو شیطان کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے کام آ سکتے ہیں۔ چنانچہ شیطان اور اس کے پیروکار جن میں ملحدین و منکرین' عالمی صیہونیت کے علاوہ دیگر مشرکین مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو رہے ہیں۔ باطل طاقتیں جانتی ہیں کہ طاقت کے زور پر اسلام کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ آج اگرچہ مسلمان شکست خوردہ نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کو اب بھی اندیشہ ہے کہ اسلام زندہ رہا تو اس بیج سے عقیدے اور کردار کا وہ مضبوط گروہ وجود میں آ سکتا ہے' جو ہمارے آزاد طرز زندگی کو تہہ وبالا کر دے گا۔ چنانچہ اب ان کی جنگ خالص نظریاتی سطح پر آ گئی ہے۔ وہ عقیدے کے بارے میں شکوک ڈالنے اور کردار کو تباہ کرنے پر تل گئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعے وہ ہمارے گھروں کے اندر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ سید قطب فرماتے ہیں:

> جس قوم کے ہر طبقے کے لوگ جھوٹ کے دلدادہ ہو جائیں' انہیں حرام خوری اور منافقت سے کوئی چیز نہیں روک سکتی

''امت مسلمہ کے دشمن سب سے پہلے اس کے ایمانی عقیدے کی طرف جس سے وہ پیدا ہوئی اور جس سے اس کا وجود قائم ہے۔ رخ کرتے۔ وہ اس کے عقیدے کو ڈھاتے اور کمزور کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ اس لیے کہ وہ جانتے تھے جیسے کہ آج بھی پوری طرح جانتے ہیں کہ اس امت پر اسی راستے سے حملہ ہو سکتا ہے۔ وہ اسی وقت کمزور ہو سکتی ہے۔ جب اس کا عقیدہ کمزور ہو اور وہ اسی وقت شکست کھا سکتی ہے' جب اس کی روح شکست کھا جائے......''

(فی ظلال القرآن تفسیر سورۂ آل عمران جلد دوم صفحہ 42)

حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ اور اس کے اعداء کے درمیان جنگ ہر شے سے قبل اسی عقیدے کی جنگ ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دشمن جب یہ چاہتے ہیں کہ اس کی سرزمین پیداوار' اقتصادیات اور خام اموال پر قبضہ کریں تو بھی اولاً اس کے عقیدے کے سلسلے میں اس پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وہ طویل تجربات کی روشنی میں جانتے ہیں کہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں' اس میں سے کچھ نہیں پا سکتے۔ اگر امت اپنے عقیدے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہو اور اسلام کے راستے پر یکسوئی سے چل رہی ہو......

اس عقیدے کو خراب کرنے' اس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور اسے کمزور کرنے کے ذرائع اور وسائل جس قدر ترقی کرتے چلے جاتے ہیں' امت کے اعداء ان ترقی یافتہ اور جدید ذرائع وسائل کو استعمال کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزائم کے متعلق فرمایا:

وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۔ [سورۃ آل عمران: 69]

''اہل کتاب کا ایک گروہ تمہیں گمراہ ہی کر دینا چاہتا ہے۔''

یہ ذرائع و وسائل ہمارے سامنے ذرائع ابلاغ کی صورت میں موجود ہیں۔ جن میں رسائل' اخبارات' جرائد سنسنی خیز ناول اور کہانیاں Best sellers اور دوسری طرف سریع الحرکت الیکٹرانک میڈیا ہے۔ قرآن و حدیث کے پروگرام یا ان کی بنیادوں پر علم کی اشاعت یا شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے معلوماتی اور کھیلوں کے پروگراموں کے علاوہ ان ذرائع پر پیش ہونے والے مواد کو ایک نظر دیکھیں۔ تو پتہ چلے گا کہ ایک بڑا حصہ محض فحاشی اور عریانی پھیلا رہا ہے۔ غیر مسلم اور مشرکین کے چینل اپنے نظریات اور تہذیب وثقافت کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ کچھ چینلز پر ذاتِ باری تعالیٰ' منصب رسالت اور آخرت جیسے محکم مضامین پر مذاکرے منعقد کروائے جاتے ہیں۔ جن میں صحیح موقف پیش کرنے والوں کی بات کو ہلکے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ملحدین اور منکرین کی بات کو نمایاں اور زوردار انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگوں کے دلوں میں یقین کی

جگہ شکوک پیدا کر دیے جائیں۔ اصلاح کے نام پر جھوٹی کہانیاں اور ان پر مبنی ڈرامے' گانے' محبت اور جنگ کی فلمیں دکھائی جا رہی ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں Fiction کے نام پر نت نئی کتابیں چھپ رہی ہیں۔ سیرت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اخلاقی دیوالیہ پن یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ انسانیت کے ان محسنین کا مذاق کرانے والوں کا دفاع کیا جا رہا ہے۔ ایسا لٹریچر Best Seller کے ایوارڈ حاصل کر رہا ہے۔ ان کے لکھنے والے دانش ور اور ادیب کہلا رہے ہیں۔ جھوٹی داستانیں جتنی دلچسپ اور مؤثر ہوتی ہیں عوام میں اتنی ہی پذیرائی حاصل کرتی ہے۔ اچھا بھلا انسان اپنے اوپر جھوٹے تاثرات طاری کر کے دیکھنے والوں کو جتنا متاثر کرتا ہے۔ اتنا ہی بڑا فنکار کہلاتا ہے۔ ان کے کاموں کو پڑھنے اور آج تو دیکھنے کے لیے بے شمار سرمایہ خرچ ہو رہا ہے۔ ان کو پیش کرنے کے ذرائع میں جدت اور خوبی پیدا کرنے کے لیے اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کو لگایا جا رہا ہے۔ اس کو Intellectual Property کا نام دیا جا رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہدایات آسمانی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ [لقمان: 6]

''اور کوئی ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوپار کرتے ہیں (مقصد حیات سے) غافل کر دینے والی باتوں کا تاکہ بھٹکاتے رہیں اللہ کی راہ سے (اس کے نتائج سے) بے خبر ہو کر اور اس کا مذاق اڑاتے رہیں' یہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''قرآن کریم نے انسانی زندگی کا جو تصور پیش کیا ہے' اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی بڑی قیمتی چیز ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ گراں بہا ہے۔ یہ ایک ایسی مہلت ہے جو صرف ایک مرتبہ ہی ارزانی ہوتی ہے۔ انسان جب اپنا مقررہ وقت بسر کر بیٹھتا ہے تو پھر دنیا بھر کے خزانے دے کر بھی اس میں ایک گھڑی کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اچھے یا برے اعمال جو وہ کرتا ہے۔ ان کے اچھے یا برے نتائج ضرور مرتب ہوتے ہیں اور وہ اپنے تمام اعمال و افعال کے لیے اپنے خالق و مالک کے ہاں جواب دہ ہے۔ اسی محدود اور مقررہ مدت میں اس نے اپنی عاقبت کو بھی سنوارنا ہے اور اپنی دنیوی زندگی کو بامقصد باوقار اور حتی الوسع آرام دہ بنانا ہے۔ مزید برآں اپنی ذہنی فکری اور روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر گلشن ہستی کے حسن اور بہار میں بھی اضافہ کرنا ہے۔ جو دین زندگی کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔ اس سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو عیش و عشرت اور لہو و لعب کی کھلی چھٹی دے گا۔''

مزید فرماتے ہیں:

''آج ہم اپنے معاشرہ میں عریانی اور بے حیائی کا امڈ کر آتا ہوا سیلاب دیکھ رہے ہیں جس کی چیختی چنگھاڑتی موجوں کی ہیبت سے دین اور اخلاق حسنہ کے مضبوط قلعے تھرا رہے ہیں۔ ہماری مخصوص اخلاقی قدریں ایک ایک کر کے تلف کی جا رہی ہیں۔ ہماری زندگی سراسر لہو و لعب بنتی جا رہی ہے۔ متانت اور سنجیدگی کا عنصر تیزی سے ناپید ہو رہا ہے۔ جاہ طلبی' لذت کوشی زر و سیم کی ہوس کی قربان گاہ پر ملی اور قومی مفادات کو بھینٹ چڑھا دینا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں۔ ہمارے اہل قلم کی عظیم اکثریت' ہماری فلم انڈسٹری' شبینہ کلبیں' ثقافتی تقریبیں اور مینا بازار قیامت برپا کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ کھلے بندوں بے روک ٹوک ہماری اسلامی مملکت کے مسلمان حکام کی آنکھوں کی سرپرستی حاصل ہو رہا ہے اور کوئی باز پرس نہیں کرتا۔ بلکہ ان تباہ کن عوامل کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ یہ سوچ کر دل کانپ جاتا ہے کہ کہیں ہم اپنے آپ کو عذاب مبین کے لیے تو تیار نہیں کر رہے۔''

قرآن و حدیث کی بنیاد پر اٹھنے والے علوم و افکار اور اعمال کے علاوہ کسی دوسری فکر جذبات یا وجوہات کی بنا پر ہونے والے یا پیش کیے جانے والے اعمال جھوٹ اور باطل ہیں۔ اخلاقیات کی میزان میں ان کی کوئی قیمت نہیں جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا آپ دیکھتے ہیں اس کا بیشتر حصہ جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس کو Entertainment کا نام دے لیں۔ یا تہذیب و ثقافت کا۔ سب میں جھوٹ کو دل فریب انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اتنے وسیع پیمانے پر یہ ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے کہ عوام و خواص اس کی لپیٹ میں ہیں۔ وزیر اعظم' صدر' وزراء اعلیٰ' جج صاحبان' سیاسی لیڈر' وکلاء' تاجر' معلمین اور عامۃ الناس الا ماشاء اللہ اپنے قیمتی اوقات کا کچھ حصہ ان جھوٹے پروگراموں سے لطف اندوز ہونے پر خرچ کرتے ہیں۔ جھوٹے چٹکلے سن کر ہم خوش ہوتے ہیں۔ جھوٹے غم کے مناظر دیکھ کر آنسو بھی ٹپک پڑتے ہیں۔ جھوٹی محبت کے مناظر دیکھ کر ہمارے جذبات میں جھوٹا گداز پیدا ہوتا ہے۔ جھوٹی مال و دولت کی نمائش سے حرص بڑھتی ہے۔ گویا ہمارے اوقات کا ایک حصہ جھوٹی خوشیوں' جھوٹے غم' جھوٹی محبت' میں گزرتا ہے۔ ان ذرائع ابلاغ نے ہمیں جھوٹ پسند بنا دیا ہے۔ انسانیت کو بیوقوف بنانے کی اس سے بڑی کوئی سازش نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ سب اعداء اسلام کی طرف سے سوچی سمجھی سکیم کے تحت کیا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ اہل ایمان کو اعلیٰ کردار کی منزل سے نیچے گرا دیں۔ قرآن مجید میں منافقین کی نشاندہی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ...... [سورة المائدہ: 42]

''وہ جھوٹ کے رسیا اور حرام خور ہیں۔''

جس قوم کے ہر طبقے کے لوگ جھوٹ کے دلدادہ ہو جائیں انہیں حرام خوری اور منافقت سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ ایسے لوگ کسی اعلیٰ مقصد کے لیے اٹھ ہی نہیں سکتے۔ بلکہ حق کا راستہ روک کر کھڑے ہونے والے بن جاتے ہیں۔ آئے دن حق کے خلاف ان کے مونہوں سے نفرت اور دشمنی کا اظہار ہوتا ہے۔ حق کے داعیوں کو طرح طرح کے نام دے کر مادر پدر آزاد لوگوں کو ان کے مقابلے پر اکساتے ہیں۔ اس جھوٹ پسندی کا سب سے بڑا اور نظر آنے والا نقصان حق سے دوری ہے۔ انسان کے سینے میں دو دل نہیں وہ سکتے کہ وہ باطل اور جھوٹ کی سرپرستی بھی کرے اور حق کا بھی ساتھ دے۔

فرمان رسول ﷺ ہے:

''بے شک سچائی بر (نیکی) کی طرف چلاتی ہے اور بر جنت میں پہنچا دیتی ہے اور بے شک انسان سچائی پر کاربند رہتا ہے' یہاں تک کہ اللہ کے حضور وہ سچا لکھ دیا جاتا ہے اور بے شک جھوٹ فسق فجور کی طرف چلاتا ہے اور فسق و فجور آگ (جہنم) میں پہنچا دیتا ہے اور بیشک انسان جھوٹ میں پڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے حضور اس کو جھوٹوں میں شمار کر دیا جاتا ہے۔'' (متفق علیہ)

سچائی انسان کو بڑی کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ سورہ بقرہ ایک 177 کی رو سے ہر انسان کو حق کا علمبردار بنا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت اور اس کے نبی کی زندگی کا نمونہ اس کا رہبر اور رہنما بن جاتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد عظیم ہی یہ بن جاتا ہے کہ وہ کسی طرح انسانیت کو ایسا نظام زندگی فراہم کر دے جس میں اللہ کی بندگی کرنا آسان اور شیطان کی بندگی کرنا مشکل ہو جائے۔ جھوٹ فسق و فجور کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور حق سے دوری کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ کے باغی اور نافرمان اس کے ہیرو اور شیطان اس کا راہبر و راہنما بن جاتے ہیں۔ وہ اسے طاغوت کی پوجا میں لگا دیتے ہیں۔ انسانوں کو جھوٹ پر لانے کا کام آج کے دور میں میڈیا نے سنبھال لیا ہے۔ جس کی ہلاکت آفرینی کو سلجھانا اور اس سے بچنے کی فکر کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

**شیطان اور اُس کے پیروکاروں کے خلاف جنگ ہمیشہ مضبوط عقیدے اور کردار کی بنیاد پر لڑی گئی' اور آئندہ بھی یہی ہتھیار اہل ایمان کو شیطانی قوتوں کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے کام آ سکتے ہیں**

**تنظیم اسلامی کا پیغام**
**نظامِ خلافت کا قیام**

# مغرب سے مکالمہ کی ضرورت

## ترجیحات اور تقاضے

مولانا زاہد الراشدی

مغرب سے مکالمہ کے بارے میں اس وقت بہت کچھ کہا جا رہا ہے اور مختلف سطحوں پر اس مکالمہ کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا جا رہا ہے۔ ہمیں اس مکالمہ کی ضرورت اور افادیت سے انکار نہیں ہے بلکہ مغرب اور مسلمانوں کے درمیان روز بروز تیز ہونے والی فکری اور تہذیبی کشمکش کے پس منظر میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس مکالمے کو اس کے صحیح فریقوں کے درمیان اور اس کے حقیقی ایجنڈے کے مطابق آگے بڑھایا جا سکے تو اس سے ہمیں اپنا موقف زیادہ بہتر طور پر دنیا کے سامنے واضح کرنے کا موقع ملے گا اور بہت سی غلط فہمیاں جو اس حوالے سے پائی جاتی ہیں دور ہو سکیں گی۔

اس مکالمے کے لیے ضروری یہ ہے کہ مکالمہ اصل فریقوں کے درمیان ہو اور اصل ایجنڈے کے مطابق ہو۔ مثلاً اس وقت مغرب اور مسلمانوں کے درمیان جو تہذیبی و فکری کشمکش ہے وہ مغرب کے مذہب سے منحرف سیکولر حلقوں اور مذہب پر پختہ یقین رکھنے والے مسلمانوں کے درمیان ہے لیکن مسلمانوں کے ساتھ مکالمہ کے لیے مغرب اپنے مذہبی رہنماؤں کو آگے کر رہا ہے' جو اس کشمکش میں سرے سے فریق ہی نہیں ہیں۔ مغرب کی کوشش یہ نظر آتی ہے کہ مکالمہ کو "مذاہب کے درمیان بحث و مباحثہ" کے عنوان سے چلنے دیا جائے اور اس آڑ میں مذہب سے منحرف گروہ اطمینان کے ساتھ اپنا کام کرتا رہے۔ یہ بات مغالطہ آفرینی اور فریب کاری کے سوا کچھ نہیں ہے' جس سے باخبر اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ مغرب کے ساتھ مکالمے کی ترجیحات اور اس کے ضروری ایجنڈے پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ مغرب کو ہم اس حوالے سے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر طبقہ کے ساتھ گفتگو کے لیے الگ الگ ایجنڈے اور تقاضوں کو ایک ترتیب کے ساتھ پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اصل منظر اور ماحول گفتگو کے لیے سامنے رہے۔ جہاں تک مغرب کے مذہبی حلقے کا تعلق ہے، اس کے ساتھ گفتگو اور مکالمہ کی ضرورت کو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر اس وضاحت کے ساتھ کہ موجودہ کشمکش میں وہ ہمارے خلاف فریق نہیں ہیں کیونکہ وہ صرف مذہب کی نمائندگی کرتے ہیں' جس کا مغرب کی اجتماعی زندگی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا اور نہ ہی مغرب کے مذہبی رہنما موجودہ مغربی ثقافت اور فلسفہ کے نمائندہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مجھے مذاہب کے درمیان ایک مکالمہ میں شرکت کے لیے کہا گیا تو میں نے عرض کیا کہ میں مغرب کے مذہبی رہنماؤں کو مغرب اور مسلمانوں کی موجودہ کشمکش میں فریق ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اس لیے اس حوالے سے ان کے ساتھ بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ایسا کرنا صرف وقت گزاری کے مترادف ہو گا۔ فکر و فلسفہ اور تہذیب و ثقافت کے حوالہ سے ہماری کشمکش مغرب کے ان عناصر سے ہے جو مذہب کے معاشرتی کردار سے کلیتہً دست بردار ہو چکے ہیں اور اب ہم مسلمانوں سے اسی طرح کی دست برداری کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اس پس منظر میں یہ کشمکش مذاہب کے درمیان نہیں بلکہ مذہب اور لا مذہبیت کے درمیان ہے اور اسے اسی تناظر میں دیکھنا حقیقت پسندی ہو گا۔

مغرب کے مذہبی رہنماؤں سے جب ہم بات کریں گے تو اس میں گفتگو کا ایجنڈا موجودہ کشمکش نہیں ہو گا بلکہ اس مکالمہ کا موضوع اور ایجنڈا یہ ہو گا کہ:

1- مغرب کے مذہبی رہنما اپنے معاشرے کو مذہب کی طرف واپس لانے کے لیے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

2- اس وقت پوری انسانی سوسائٹی میں آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کی طرف واپسی کی جدوجہد صرف اور صرف مسلمان کر

> مذہب بیزار فلسفہ نے سائنس و ٹیکنالوجی کی سپورٹ اور پشت پناہی کے باوجود انسانی معاشرت کے ارتقاء میں کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا

رہے ہیں' مغرب کے مذہبی رہنما اس جدوجہد میں مسلمانوں کے مذہبی حلقوں کا کیا تعاون کر سکتے ہیں؟

3- انسانی سوسائٹی کو وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کی طرف واپس لانے کی صورت میں آسمانی تعلیمات اور وحی الٰہی کے اوریجنل ذخیرہ اور مستند و محفوظ مواد کے تعین کے لیے مغرب کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ گفتگو کی ضرورت ہو گی لیکن اس کا مرحلہ بعد میں آئے گا، اس سے پہلے متذکرہ بالا دو نکات پر گفتگو کرنا ہو گی۔

4- مغرب کے مذہبی رہنماؤں کو یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے کہ اگر وہ واقعی وحی الٰہی اور آسمانی تعلیمات کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں اور انسانی سوسائٹی پر ان کی عملداری کے خواہاں ہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذہب بیزار سیکولر فلسفہ کی حمایت کرنے کی بجائے انسانی معاشرہ میں آسمانی تعلیمات کے معاشرتی کردار کی بحالی کے لیے محنت کریں' اس کے بعد موجودہ مغربی فلسفہ و ثقافت کے نمائندوں کی باری آتی ہے کیونکہ ہمارے خلاف اصل فریق وہی ہیں اور ان کے ساتھ دو مسئلوں پر بات کرنے کی ضرورت ہے:

مغرب نے جب مذہب کے معاشرتی کردار سے لاتعلقی اختیار کی تھی تو اس کا ایک خاص پس منظر تھا۔ جس کی وجہ سے مغرب کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ وہ معاشرتی ارتقاء کے سفر میں مذہب کو ساتھ لے کر چل سکے۔ اس پس منظر کا ایک پہلو یہ ہے کہ مغرب میں صدیوں تک جاری رہنے والے تاریک دور میں جب مغرب پر بادشاہ اور جاگیرداروں کی حکمرانی تھی' ظلم و جبر کا دور تھا اور عام شہری جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ اس ظلم و جبر میں مذہب بھی ایک ادارے کے طور پر بادشاہ اور جاگیردار کا ساتھی تھا اور ان کے مظالم کا پشت پناہ تھا۔ اس لیے جب بادشاہت اور جاگیرداروں کے خلاف عوامی بغاوت نے کامیابی حاصل کی تو ان کے پشت پناہ مذہب کو بھی ان کے ساتھ ہی معاشرتی زندگی سے بے دخل کر دیا گیا جبکہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب مغرب میں سائنسی ارتقاء کا دور شروع ہوا اور سائنسی مطالعہ اور ایجادات نے پیش رفت کی تو مذہب اس کے خلاف فریق بن گیا اور سائنسدانوں کے خلاف الحاد و کفر کے فتوے اور ان کے قتل کے احکام جاری کر کے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں نے آکسفورڈ میں وہ مقام خود دیکھا ہے جہاں اس دور میں مذہبی عدالت لگتی تھی اور سائنس و ٹیکنالوجی اور جغرافیہ کے علوم میں تحقیق کرنے والوں کو ملحد اور زندیق قرار دے کر ان کے قتل کے احکام جاری کیے جاتے تھے۔ اس لیے سائنس کے آگے بڑھنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اس کی راہ میں رکاوٹ بننے والے مذہب سے پیچھا چھڑا لیا جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔

ہمارا مغرب کے دانش وروں سے سوال یہ ہے کہ انہوں نے مذہب کے معاشرتی کردار کو مسترد کیا تو اس کا ایک مخصوص پس منظر تھا' اس کے اسباب تھے اور وجوہات تھیں جن کی وجہ سے مغرب کی مذہب سے دست برداری سمجھ میں آتی ہے لیکن مغرب اپنا پس منظر ہم مسلمانوں پر کیوں مسلط کرنا چاہتا ہے؟ ہمارا پس منظر یہ نہیں ہے اور ہمارے چودہ سو سالہ ماضی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مذہب دلیل حق اور اصول کی بجائے جبر اور طاقت کا ساتھی بن گیا ہو۔

اسلام بحیثیت مذہب ہر دور میں اصول' حق اور دلیل کا ساتھی رہا ہے' مظلوم کا حامی رہا ہے اور اس نے کبھی بطور ادارہ جبر و ظلم اور طاقت کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمارے علماء کی تاریخ جیلوں' شہادتوں اور قربانیوں سے پُر ہے کہ انہوں نے جانوں کی قربانی دے دی' جیلوں کی تنہائیاں قبول کر لیں مگر ظالم اور جابر کے سامنے گردن نہیں جھکائی۔ ہمارے مذہبی رہنماؤں کا کردار اس حوالہ سے ہمیشہ شاندار رہا ہے۔ اسی طرح اسلام کبھی سائنس کی راہ میں حائل نہیں ہوا اور ٹیکنالوجی کے ارتقاء میں کبھی رکاوٹ نہیں بنا بلکہ مغرب کی تمام تر سائنسی ترقی مسلم اسپین کے ان تعلیمی اداروں کی

رہین منت ہے جنہوں نے سائنس وٹیکنالوجی میں ان کی سوسائٹی کے ارتقاء کی راہ ہموار کی مگر ہمارا اصل المیہ یہ ہے کہ مسلم اسپین میدان جنگ میں شکست کھا کر اس میدان میں خود پیش رفت کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا اور اس کی تحقیقات کی بنیاد پر مغرب نے سائنس میں ارتقاء کا سفر شروع کر دیا۔

اس پس منظر میں مغرب سے ہماری شکایت یہ ہے کہ وہ اپنا مخصوص پس منظر پوری دنیا پر بالخصوص مسلمانوں پر مسلط کرنے کی ناروا کوشش کر رہا ہے اور اپنا تاریک ماضی دکھا کر ہمیں اپنے روشن ماضی سے دست بردار ہونے پر مجبور کر رہا ہے۔

اس حوالے سے مغرب کے ساتھ کرنے کی دوسری بات یہ ہے کہ ان کی سوسائٹی پر مغرب کے اس مذہب بیزار فلسفہ وثقافت کے اثرات اور نتائج کا جائزہ لیا جائے' جس کا آغاز انقلاب فرانس سے ہوا تھا۔ اس مذہب بیزار فلسفہ نے سائنس وٹیکنالوجی کی سپورٹ اور پشت پناہی کے باوجود انسانی معاشرت کے ارتقاء میں کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا۔ اس مذہب بیزاری کے نتیجے میں مغرب کا خاندانی نظام تتر بتر ہو کر رہ گیا ہے' رشتوں کا تقدس پامال ہو گیا بلکہ سرے سے رشتوں کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہا۔ ''انڈویجول ازم'' کے اس مغربی فلسفہ نے انسانی سوسائٹی میں باہمی اشتراک وتعاون کے نظام کی چولیں ہلا دی ہیں۔ روحانی واخلاقی اقدار کا جنازہ نکال دیا ہے اور آج خود مغرب کا دانش ور بھی مذہب بیزار فلسفہ کے نتائج سے پریشان ہو کر واپسی کے راستے تلاش کر رہا ہے۔ مغرب کے دانش وروں سے ہمیں اس نکتہ پر بات کرنی چاہیے کہ مذہب بیزار سیکولر فلسفہ کے منفی نتائج دیکھ کر بھی وہ ہم مسلمانوں سے یہ تقاضا کیوں کر رہے ہیں کہ ہم بھی ان کی طرح مذہب کے معاشرتی کردار سے دست بردار ہو کر اپنے محفوظ خاندانی نظام سے محروم ہو جائیں۔ باہمی رشتوں اور معاشرتی تعلقات کو خیر باد کہہ دیں اور روحانی واخلاقی قدروں سے کنارہ کش ہو کر ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کے لیے نشہ اور ماہرین نفسیات کے گرد طواف شروع کر دیں۔

اب رہی بات مغرب کے اہل سیاست کی تو ان سے گفتگو کا ایجنڈا الگ ہے اور ان سے مکالمہ میں جن امور پر بات کرنے کی ضرورت ہے ان میں زیادہ اہم امور یہ ہیں۔

مغرب کے اہل اقتدار نے یکطرفہ طاقت اور جبر کے زور پر سائنس وٹیکنالوجی' معیشت وتجارت' عسکری قوت اور سیاست و اقتدار پر جو عالمی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے وہ اصولی اور انصاف کے کسی بھی مسلمہ معیار پر پوری نہیں اترتی۔

مغرب دنیائے اسلام میں سیاسی مداخلت کر کے اپنی مرضی کی حکومتیں اور اپنی مرضی کے نظام قائم رکھنے پر مصر ہے۔ اس کے نزدیک جمہوریت' عوامی رائے اور وہاں کے لوگوں کی مرضی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جس مسلمان ملک میں جس قسم کی حکومت اور جس قسم کا نظام مغرب کی اجارہ داری اور تسلط قائم رکھنے کے لیے فائدہ مند ہے وہ اسی کو وہاں مسلط رکھنے پر مصر ہے اور اس کے لیے علانیہ اور خفیہ ہر قسم کے حربے اختیار کیے ہوئے ہے۔

مغرب نے اپنے مذہب بیزار فلسفے کی بنیاد پر اقوام متحدہ کے فورم سے انسانی حقوق کا جو چارٹر طے کیا تھا اسے وہ پوری دنیا پر بین الاقوامی قانون کے طور پر مسلط کیے ہوئے ہے حالانکہ مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اپنے عقائد اور ثقافت کے حوالے سے چارٹر کو من وعن قبول کرنے کی صورت میں انہیں قرآن وسنت کے متعدد احکام سے دست بردار ہونا پڑتا ہے' لیکن مغرب اس چارٹر کو حرف آخر قرار دے کر مسلمانوں کے عقائد اور شرعی احکام کی نفی کر رہا ہے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی بالخصوص عسکری ٹیکنالوجی اور ایٹمی توانائی میں مغرب نے اپنی اجارہ داری کو بین الاقوامی قانون کا درجہ دے رکھا ہے اور وہ خاص طور پر کسی بھی مسلمان ملک کو یہ حق دینے

**مکالمہ کی ضرورت تو مذہب سے منحرف سیکولر حلقوں اور مذہب پر پختہ یقین رکھنے والے مسلمانوں کے درمیان ہے جبکہ مغرب اس مقصد کے لیے اپنے مذہبی رہنماؤں کو آگے کر رہا ہے' جو اس کشمکش میں سرے سے فریق ہی نہیں ہیں**

کے لیے تیار نہیں ہے کہ وہ جدید ترین ٹیکنالوجی میں مغرب کے قائم کردہ اجارہ داری کے سرخ دائرے کو پار کر سکے اور عسکری قوت میں مغرب کی قائم کردہ حدود سے آگے بڑھ سکے۔ یہ سراسر ناانصافی اور ظلم کا قانون ہے اور اقوام عالم کے درمیان برابری اور مساوات کے اصول کے منافی ہے۔

اقوام متحدہ میں جسے بین الاقوامی حکومت کے طور پیش کیا جاتا ہے' فیصلوں کی قوت کا توازن یکطرفہ اور اجارہ دارانہ ہے' سلامتی کونسل کے مستقل ارکان اور ویٹو پاور میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے جس کی وجہ سے مسلمان اقوام متحدہ کا ایک معطل حصہ ہیں اور ان کے لیے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی لندن کے ہائیڈ پارک کارنر سے زیادہ کوئی افادیت نہیں رکھتی۔ عسکری قوت اور جدید ترین ٹیکنالوجی میں مسلمانوں کی پیش رفت کا راستہ روک کر یکطرفہ عسکری اور معاشی قوت کے بل بوتے پر مغرب نے مسلمانوں کے معدنی وسائل اور تیل پر قبضہ جما رکھا ہے اور مسلم حکومتوں کو آلۂ کار بنا کر وہ مسلمانوں کا مسلسل استحصال کر رہا ہے۔

ہمارے نزدیک مغرب کے اہل سیاست واقتدار سے مسلمانوں کے مکالمہ کے اہم نکات یہ ہونے چاہئیں۔ ہمیں مکالمہ کے لیے مغرب کے پیش کردہ نکات پر بات چیت کرنے سے بھی انکار نہیں ہے لیکن بات یکطرفہ ایجنڈے پر نہیں ہونی چاہیے' مکالمہ ایجنڈا ہمیشہ دوطرفہ ہوتا ہے۔ مغرب اس معاملے میں بھی اجارہ داری کے یکطرفہ طرز عمل پر قائم ہے اور مسلمانوں سے ان کے مسائل اور شکایات پر بات کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس حوالے سے ہم ملک کے دینی اداروں اور علمی مراکز سے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ اس صورتحال سے خود واقف ہونے اور اپنے اساتذہ' طلبہ اور دانشوروں کو واقف کرانے کی ضرورت ہے۔ رائے عامہ کو بیدار کرنے اور اعتماد میں لینے کی ضرورت ہے اور اس احساس کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ مکالمہ جس مسئلہ پر بھی ہو اس کے اصل فریق سے اور حقیقی ایجنڈے پر ہوگا تو فائدہ مند ہوگا ورنہ وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔

(بشکریہ روزنامہ اسلام)

❁


☆ پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے تناظر میں لکھی گئی فکر انگیز تحریریں
☆ بے لاگ تبصرے ☆ حقیقت پسندانہ تجزیے ☆ سیاسی بصیرت اور فراست کی خوبصورت جھلک

# بصائر

منتخب اخباری کالموں کا مجموعہ

از: بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

❁ سفید کاغذ ❁ عمدہ طباعت ❁ دیدہ زیب ٹائٹل ❁ صفحات : 130 ❁ قیمت : 65 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون:5869501-03

website : www.tanzeem.org email : publictaions@tanzeem.org

## امیر تنظیم اسلامی کا دورہ حلقہ سرحد جنوبی

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب اور ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی دو روزہ دورے پر حلقہ سرحد جنوبی پہنچے۔ محترم ڈاکٹر اقبال صاحب نے اس دورہ میں میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ امیر تنظیم اسلامی کے لیے چار مختلف مقامات پر رفقاء سے ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مورخہ 4 مارچ کو صبح کے اوقات میں رفقاء اور دیگر احباب کے ساتھ ڈاکٹر زاہد' محترم رفعت اللہ اور ملک ظہور صاحبان سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد تقریباً ساڑھے دس بجے کوہاٹ کے لیے روانگی ہوئی۔

کوہاٹ میں ہمارے ملتزم رفیق محمد سجاد خان نے جو ''ڈاٹ کام'' کالج کے پرنسپل ہیں' محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا کالج کے طلبہ اور احباب سے ایک خطاب رکھا۔ امیر تنظیم اسلامی نے ''موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری'' کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ بعد ازاں رفقاء سے ملاقات کے بعد کوہاٹ سے پشاور کے لیے روانگی ہوئی۔ بعد از مغرب کا وقت پشاور اور گرد ونواح کے رفقاء سے ملاقات کے لیے مقرر تھا۔ حلقہ سرحد کے دفتر واقع گلبہار میں رفقاء کے باہمی تعارف کے ساتھ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ البتہ امیر تنظیم نے نظم اور دعوت کو خاص موضوع بنا کر رفقاء کو نظم کی پابندی اور دعوت کے کام کو زیادہ بہتر انداز میں کرنے کے لیے ترغیب وتشویق کے انداز میں خطاب کیا اور فرمایا کہ نظم اور دعوت کے عمل سے تنظیم میں پیش رفت ہوگی۔ تنظیم اسلامی پشاور میں اُسروں کی تعداد چار سے بڑھ کر چھ ہونے پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اس ملاقات میں 26 رفقاء نے شرکت کی۔ چار نئے رفقاء نے امیر تنظیم سے بیعت کر کے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

5 مارچ کو صبح نو بجے تنظیم اسلامی پشاور کے 5 رفقاء نے امیر تنظیم سے ملاقات کی۔ نماز ظہر کے بعد میزبان محترم ڈاکٹر اقبال صافی کے بیٹے ڈاکٹر آصف اقبال صافی کی نکاح مسنونہ کی تقریب گول مسجد یونیورسٹی ٹاؤن میں بعد نماز ظہر ہوئی۔ امیر تنظیم اسلامی نے نکاح کے ضمن میں اصلاحی تحریک کا پس منظر اور موجودہ دور میں اس سنت رسول ﷺ کو مساجد میں منعقد کرنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ خطبۂ نکاح کے معنی اور مفہوم کو خوبصورت انداز میں بیان کیا۔ اگلی ملاقات اُسرہ نوشہرہ اور گرد ونواح کے رفقاء کے ساتھ دفتر اُسرہ نوشہرہ میں طے تھی۔ اس ملاقات میں 14 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ امیر تنظیم اسلامی نے سوالوں کے تسلی بخش جواب دیئے اور بعد نماز مغرب ''قرآنی دعوت اور صبر کی اہمیت'' پر سورۃ العصر کی روشنی میں مختصر خطاب کیا۔ اس کے بعد مردان کے لیے روانگی ہوئی۔ مردان میں محترم محمد اقبال اعوان کی رہائش گاہ پر 7 رفقاء اور تقریباً اتنے ہی احباب ملاقات کے لیے موجود تھے۔ یہاں تعارف کے بعد سوال و جواب کی مختصر نشست ہوئی۔ بعد نماز عشاء محترم محمد اقبال اعوان نے پُرتکلف اور لذیذ عشائیہ سے احباب اور رفقاء کی تواضع کی۔ اس طرح اس دورے کے آخری دن کا پروگرام بھی اختتام پذیر ہوا۔

اس دورہ میں امیر محترم کے ہمراہ ناظم اعلیٰ بھی تھے۔ ناظم اعلیٰ 5 مارچ کو ایک اور تنظیمی اجتماع کے سلسلے میں حلقہ پنجاب شمالی تشریف لے گئے اور پھر اسی دن حلقہ سرحد جنوبی کے 5 مارچ کے پروگراموں کے لیے بروقت نوشہرہ واپس آ گئے۔ مردان سے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب اور محترم اظہر بختیار خلجی اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ساتھیوں اور احباب کی سعی و جہد کو قبول فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے' جنہوں نے اس دورہ میں جانی' مالی اور اوقات کی قربانی دے کر اس کو کامیاب کیا۔ (رپورٹ: میجر (ر) فتح محمد)

## تنظیم اسلامی تیمرگرہ کے زیر اہتمام شب بیداری

تیمرگرہ تنظیم کے تحت حلقہ کے دفتر میں ماہانہ بنیاد پر شب بیداری کا انعقاد ہوتا ہے۔ جس میں حلقہ کے ذمہ داران' تنظیم تیمرگرہ کے رفقاء اور تیمرگرہ کے نزدیک ترین منفرد رفقاء اور احباب شرکت کرتے ہیں۔ اس ماہ یہ پروگرام 4 فروری 2006ء کو منعقد ہوا۔ جس میں حلقہ ذمہ داران سمیت 16 رفقاء اور تقریباً 20 احباب نے شرکت کی۔ نماز عصر کی بعد عزیز الحق نے ''قرآن مجید ایک ضابطۂ حیات'' کے موضوع پر ایک جامع اور پُر اثر خطاب کیا۔ جبکہ دوسری مسجد میں شاکر اللہ نے قرآن مجید کے حقوق بیان کئے' جس کو تقریباً 20 افراد نے سنا۔ امیر حلقہ نے ''دجالی فتنہ'' کے موضوع پر ایک پُرمغز تقریر کی۔ امیر حلقہ نے فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی بجائے کائنات پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر رکھی ہے۔ آخرت کی بجائے دنیا کو اپنا محور بنا رکھا ہے' اور روح کے مقابلے میں جسم پر اپنا سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ یہ اصل دجالی فتنہ ہے جس میں آج تقریباً تمام انسانیت ملوث ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے ایمان اور عمل کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لیے قرآن مجید کو اپنائیں' قرآن کو اپنی زندگیوں کا لائحہ عمل بنائیں اور اس دجالی اور طاغوتی نظام کو ختم کرنے کے لیے اپنا تن' من اور دھن لگائیں' جس کے نتیجے میں اسلام کا وہ نظام قائم ہو جائے جو عدل وقسط پر مبنی ہے۔ 5 فروری کی صبح نماز فجر کے بعد منفرد رفیق حافظ احسان اللہ نے آیت البرّ پر درس قرآن دیا۔ اس پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (مرتب: شاکر اللہ)

## امیر حلقہ بالائی سندھ کا دورہ رحیم یار خان اور نئے منفرد اسرہ کا قیام

محترم عبدالرزاق گجر (رفیق تنظیم) کی دعوت پر پروگرام کے مطابق 5 فروری 2006ء بروز اتوار محترم غلام محمد سومرو (امیر حلقہ بالائی سندھ) اور راقم ساڑھے آٹھ بجے صبح روہڑی ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ صادق آباد سے محترم پروفیسر سجاد منصور (امیر مقامی تنظیم صادق آباد) اور قاری مشتاق حسین ضیائی (معتمد مقامی تنظیم) بھی شامل سفر ہوئے رحیم یار خان میں عبدالرزاق گجر نے مہمانوں کا استقبال کیا۔ اور 10 منٹ کی مسافت کے بعد ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ ظہر کی نماز قریبی مسجد میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد قاری مشتاق حسین ضیائی نے راہ نجات پر سورۃ العصر کی روشنی میں انتہائی سہل اور مختصراً مگر جامع انداز میں درس قرآن دیا۔ درس کے بعد امیر حلقہ نے فرائض دینی کے جامع تصور کو Step by Step رفقاء کے سامنے رکھا۔ امیر حلقہ کے خطاب کے بعد دوپہر کا اجتماعی کھانا ہوا۔ بعد میں اسرہ رحیم یار خان کی تشکیل ہوئی۔ (الحمدللہ عبدالرزاق گجر اور مقامی امیر حلقہ صادق آباد کی محنت' لگن اور ذاتی دلچسپی سے بارہ ساتھی تنظیم میں شامل ہوئے تھے) اور مشورہ کے بعد قاری عطاء اللہ کو اسرہ کا نقیب مقرر کیا گیا اس یقین کے ساتھ کہ ان شاء اللہ حلقہ اور مقامی رفقاء ان سے ہر قسم کا تعاون کریں گے۔ اسرہ کا تمام مطلوبہ ریکارڈ ان کے حوالے کیا گیا۔ آخر میں نظام العمل کے حوالے سے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف درجہ بندی' تنظیمی فرائض' اسرہ کا نظام' نقیب اسرہ کے فرائض' نظام اجتماعات اور نظام مالیات کی وضاحت نقیب اسرہ اور رفقاء کے سامنے رکھی گئی اور اجتماعی دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔ امیر حلقہ اور راقم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ اس پروگرام میں بھائی عبدالرزاق نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا' اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

## تنظیم اسلامی جہلم کے زیر اہتمام ماہانہ درس قرآن

10 فروری بروز جمعہ دفتر تنظیم اسلامی' محمدی چوک جہلم میں تنظیم اسلامی جہلم کے زیر اہتمام ماہانہ درسِ قرآن کا پروگرام منعقد کیا گیا۔ مہمانانِ گرامی جناب شمیم صاحب اور جناب عبدالغفور صاحب نمازِ عصر کے بعد راولپنڈی سے تشریف لائے۔ تقریباً 40 رفقاء واحباب نے پروگرام میں شرکت کی۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعداز نمازِ مغرب تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ اس کے بعد مقرر جناب شمیم صاحب نے درس کا آغاز کیا۔ درس کا موضوع تھا: ''راہِ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں۔'' مہمانِ گرامی جناب شمیم صاحب نے نہایت جامع اور مدلل انداز میں دین کے مطلوبہ تقاضوں پر روشنی ڈالی اور اُخروی نجات کے کم از کم معیار، اور ان قطعی شرائط کو جو حصولِ نجات کے لیے انتہائی ضروری ہیں' قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں نہایت جامع' مختصر انداز میں واضح کیا۔ عشاء کی نماز اور کھانے کے بعد جناب ساجد سہیل نے ''تنظیم اسلامی ہی کیوں؟'' کے موضوع پر پُر مغز تقریر کی اور حاضرین پر یہ واضح کیا کہ تنظیم اسلامی ہی وہ واحد جماعت ہے جو دین کے اصل فریضہ یعنی اقامتِ دین کے لیے عین سیرت نبوی ﷺ کے مطابق کوشاں ہے۔ اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی' اور مہمانانِ گرامی نے حاضرین محفل کے سوالات کے نہایت جامع اور تسلی بخش جوابات دیے۔ رات تقریباً نو بجے پروگرام اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: عادل عمران)

## امیر حلقہ بالائی سندھ کا دورہ نواب شاہ و مورو (ضلع نوشہرو فیروز)

پروگرام کے مطابق 18 فروری 2006ء بروز ہفتہ شام پانچ بجے سکھر سے نواب شاہ کے لیے روانہ ہوئے اور قبل از نمازِ عشاء نواب شاہ پہنچے۔ محترم عبدالصمد شیخ نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ بعد نمازِ عشاء شیخ صاحب کی رہائش گاہ پر رفقاء تنظیم سے ملاقات اور تفصیلی تعارف ہوا۔ دورانِ ملاقات ایک نئے ساتھی ڈاکٹر علی خان عمرانی نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ الحمدللہ نواب شاہ شہر میں رفقاء کی تعداد چار تھی لہٰذا وہاں نظم قائم کر کے اسرہ کی بنیاد ڈالی گئی اور نقیب کی ذمہ داری محترم عبدالصمد شیخ صاحب پر ڈالی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے جذبہ کو دوام بخشے اور اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ بعد میں رفیق تنظیم محمود الحسن کھوکھر نے کتابچہ نظام العمل میں سے رفقاء کے مطلوبہ اوصاف درجہ بندی' تنظیمی فرائض' نظامِ اسرہ (ضابطہ قیام و ہدف) نقیب کے فرائض و ذمہ داری اور نظام اجتماعات کا مطالعہ کروایا اور جہاں جہاں وضاحت مطلوب تھی' وہاں محترم غلام محمد سومرو (امیر حلقہ بالائی) نے وضاحت کر دی' اسرہ کا مطلوبہ ریکارڈ بھی نقیب کے حوالے کر دیا گیا۔ بعد میں اجتماعی کھانا ہوا اور اجتماعی دعا کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا رات کا قیام ریلوے ریسٹ ہاؤس میں ہوا اور صبح 9 بجے ناشتہ کے بعد نواب شاہ سے مورو کی طرف روانہ ہوئے مورو میں ہمارے ایک منفرد ساتھی حافظ حبیب اللہ کورائی ہیں۔ ان سے تنظیمی امور پر تبادلۂ خیال ہوا اور دو احباب سے ملاقات ہوئی انہوں نے تنظیم اسلامی کے بارے میں امیر حلقہ سے معلومات حاصل کی اور سوالوں کے بھی تسلی بخش جوابات دیئے گئے تنظیم کا بنیادی لٹریچر کورائی صاحب کے حوالے کیا گیا۔ چائے بسکٹ سے مہمانوں کی تواضع کی۔ اس عزم کے ساتھ ان سے اجازت لی کہ ان شاء اللہ مورو میں دعوتی کام آگے بڑھایا جائے گا۔ بعد نماز ظہر یہ چھوٹا سا قافلہ واپس سکھر کے لیے روانہ ہو گیا۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)


# مبتدی تربیت گاہ

بمقام: مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور

**16** اپریل بروز اتوار نمازِ عصر سے **22** اپریل بروز ہفتہ نمازِ ظہر' منعقد ہو رہی ہے (ان شاء اللہ)

زیادہ سے زیادہ ملتزم و مبتدی رفقاء شمولیت اختیار کریں۔

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت' تنظیم اسلامی


**نا قابل تردید**

# یورپ کی ''روشن خیالی''

## تاریخ کیا کہتی ہے؟

سید افتخار احمد

### جب یورپ جہالت و تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا

جب تمام یورپ جہالت کی تاریکی اور ظلمت میں ڈوبا ہوا تھا اس وقت عربوں کی آنکھیں انوارِ علم سے روشن ہو چکی تھیں۔ اسپین' اشبیلیہ' قرطبہ' غرناطہ' مرسیہ اور طلیطلہ میں بڑے بڑے کتب خانے اور مدرسے قائم ہو چکے تھے۔ ان مدارس میں علوم ریاضی پڑھائے جاتے تھے اور ان مدرسوں سے بڑے بڑے کامل اور ماہر مدرس پیدا ہوئے جن کی شاگردی کا فخر علمائے یورپ کو ہے۔ (موسیو سید یو فرانسیسی)

### غرناطہ کے مسلمان اور کتابوں کی قدر

باہمی افتراق و انتشار کے باعث مسلمانوں کا آخری قلعہ غرناطہ بھی عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا تو فاتح عیسائی حکمرانوں نے مسلمانوں کو افریقہ چلے جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں نے اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ جو سب سے زیادہ قیمتی سامان جہازوں میں لادا تھا وہ عیسائیوں کے ہاتھوں بچ جانے والی نایاب اور قیمتی کتابیں تھیں۔ عیسائیوں نے ان جہازوں کو افریقہ پہنچنے سے پہلے ہی سمندر میں غرق کر دیا۔ اس طرح ذی علم مسلمانوں کے ساتھ ساتھ نایاب کتب کو بھی سمندر کی تہہ میں پہنچا دیا۔ (''تاریخ اسلام'' از اکبر شاہ نجیب آبادی)

### عیسائی بشپ شمینس کا کتابوں کو جلانا

اندلس میں کم و بیش دس لاکھ کتب کو نذرِ آتش کیا گیا۔ مسٹر ای پی اسکاٹ اس واقعہ کا ذکر یوں کرتا ہے ''اس وحشیانہ مذہبی جوش سے جو نقصان دنیا کو پہنچا اس کا ادنیٰ سا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا بھر میں ایسا قیمتی ذخیرہ علوم و فنون اور کہیں نہ ہو گا جس کو شمینس نے خاک و سیاہ کر دیا۔''

### یورپی عیسائیوں کی کتب دشمنی

چنگیز اور اس کی اولاد نے صاحبِ علم اور روشن خیال ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا تھا۔ اس لئے جب پڑھتے ہیں کہ ہلاکو نے بغداد کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے کتب خانوں کی 15 تا 20 لاکھ کتب دریا برد یا نذرِ آتش کیں تو حیرانی نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسے کتابوں کی قدر و قیمت کا علم ہی نہیں تھا۔ روشن خیال یورپ کی کتب دشمنی پر بھی ہمیں کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ انہوں نے جب غرناطہ میں 10 لاکھ سے زیادہ کتب جلا کر جشنِ فتح منایا تو انہیں معلوم تھا کہ ان کتابوں میں صدیوں کی تحقیق ہی نہیں مسلمانوں کے عروج کا راز بھی موجود ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر مسلمانوں نے ان کتابوں کو دوبارہ پڑھ لیا تو وہ (کئی عبدالقدیر خان پیدا کر کے) پھر یورپ سے آگے نکل جائیں گے۔ کتب کے جلانے میں ایک اور بات بھی مضمر تھی' اگر یہ کتابیں نہ جلتیں تو یورپ بہت سی سائنسی ایجادات کا سہرا اپنے سائنس دانوں کے سر نہ باندھ تھا۔

### ملٹی نیشنل کمپنیوں کا تعصب

صلیبی مشنری تنظیموں کی طرح ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی مذہبی تعصب کا شکار ہیں۔ سونامی کے متاثرین میں مسلمان' عیسائی' ہندو' بدھ مت وغیرہ سبھی تھے۔ اس لئے سونامی میں دی گئی امداد 91 ڈالر فی کس بنتی ہے۔ امریکہ میں کترینا کے متاثر عیسائیوں کو جو امداد دی گئی وہ 331 ڈالر فی کس بنتی ہے۔ جبکہ پاکستان کے زلزلہ متاثرین (مسلمانوں) کے لئے ان کمپنیوں نے صرف 6 ڈالر فی کس دیئے۔

ع ...... دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

## ایران اورسیکورٹی کونسل

ایران کے مسئلے پرفی الوقت اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں ڈیڈلاک پڑا ہوا ہے۔امریکا اور یورپی ممالک چاہتے ہیں کہ سیکورٹی کونسل ایرانی حکومت کے خلاف سخت بیان جاری کرے اور اسے کہے کہ وہ یورینیم کی افزودگی فوری طور پر روک دے مگر روس اور چین چاہتے ہیں کہ دھمکی دینے کی بجائے معاملہ گفت وشنید کے ذریعے حل کیا جائے۔اب یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ چین اور روس ایرانیوں کا کہاں تک ساتھ دیتے ہیں۔آیا وہ امریکی اور یورپی یونین کے دباؤ میں آ جائیں گے یا اپنے موقف پر ڈٹے رہیں گے۔

## حماس کو امداد

حماس کے ایک وفد نے حال ہی میں سعودی عرب، بحرین، یمن، امارات، لیبیا اور کویت کا دورہ کیا ہے تا کہ اسلامی ممالک سے مالی اور اخلاقی مدد حاصل کی جا سکے۔یاد رہے کہ حماس کے برسراقتدار آنے سے اسرائیل اور امریکا نے فلسطین اتھارٹی کو امداد دینا بند کر دی ہے۔اب حماس چاہتی ہے کہ عرب ممالک اس مالی کمی کو پورا کریں۔عرب ممالک نے حماس کو امداد دینے کا اعلان تو کیا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ فلسطینیوں کو عربوں سے رقم ملتی ہے یا نہیں؟

دریں اثنا اسرائیلی پابندیوں کے باعث غزہ کی پٹی میں غذا کی فراہمی مشکل مرحلہ بنتی جا رہی ہے۔یہ ایک اور اسرائیلی ظلم ہے جو وہ نہتے اور بے گناہ فلسطینی شہریوں پر ڈھا رہا ہے اور عالمی قوتیں تماشائی بنی ہوئی ہیں۔یاد رہے غزہ کی پٹی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار فلسطینی آباد ہیں۔

## عراق کی ناگفتہ بہ صورت حال

عراقی پارلیمانی انتخابات ہوئے تین ماہ ہو چکے ہیں مگر اب تک عراق میں نئی حکومت وجود میں نہیں آ سکی۔ دراصل انتخابات جیتنے والے تین فریقوں...... شیعہ، سنی اور کردوں کے مابین وزیراعظم کے انتخاب کے سلسلے میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔علاوہ ازیں ملک میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے ہیں جو بڑے اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں۔عراق میں خانہ جنگی شروع ہو سکتی ہے۔سنی اور کرد بھی شیعہ مسلح تنظیموں مہدی ملیشیا، بدر تنظیم کی طرح اب اپنی مسلح تنظیمیں بنانے لگے ہیں جو خطرے کی نشانی ہے۔

اب ضروری ہے کہ جمہوریت اور آزادی چیمپئن امریکہ اپنی افواج فوری طور پر عراق سے نکال لے اور عراقی عوام کی آزادی کا احترام کرے، نیز عراق میں جلد از جلد نئی حکومت بن جانی چاہیے تا کہ وہ مؤثر طور پر لاء اینڈ آرڈر کی بگڑی صورت پر قابو پائے اور ملک کو انارکی کیفیت سے نکال لے۔جتنی دیر ہو گی، عراق کے حالات اتنے ہی خراب ہوتے چلے جائیں گے۔اب بھی وہاں روزانہ بیسیوں کی تعداد میں لوگ مارے جا رہے ہیں۔

## لیبیا کی شکایت

امریکی حکومت ہر سال ان ممالک کی فہرست جاری کرتی ہے جو اس کے نزدیک ''دہشت گرد'' ہیں۔تازہ فہرست میں لیبیا کا نام بھی شامل ہے۔اس پر لیبیائی حکومت نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہیں دھوکہ دے دیا گیا ہے۔یاد رہے لیبیا نے دسمبر 2003ء میں اعلان کیا تھا کہ وہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار نہیں بنائے گا۔اس کے بعد امریکا اور لیبیا کے تعلقات خاصی حد تک بحال ہو گئے مگر اول الذکر اب تک لیبیا کو دہشت گرد ہی سمجھتا ہے۔

یاد رہے کہ امریکی فہرست میں جو ممالک شامل ہوں، وہ امریکا سے ہتھیار نہیں خرید سکتے، انہیں امریکی امداد نہیں ملتی اور امریکا ہر سطح پر ان کی مخالفت کرتا ہے۔

## ایک اور ناپاک جسارت

مغربی بنگال کی حکومت نے حکم دیا ہے کہ تاریخ سے متعلق وہ کتاب بک سٹالوں سے ہٹالی جائے جس میں حضور اکرم ﷺ کی ایک خیالی تصویر بنائی گئی تھی۔900 صفحات کی اس کتاب کا نام ''ہسٹری آف دی ورلڈ: ارلیسٹ ٹائمز ٹو دی پریزنٹ ڈے'' ہے۔یہ کتاب امریکی شہر میساچوسٹس کے ایک ناشر نے چھاپی ہے۔جب مغربی بنگال کے مسلمانوں نے کتاب کے خلاف احتجاج کیا، تو اسے کتاب خانوں سے ہٹا لیا گیا۔

پچھلے دنوں خاکوں کی ناپاک اشاعت سے پوری دنیا کو پتا چل گیا ہے کہ مسلمان اپنے نبیؐ کو کتنے تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔اس کے باوجود یہی حرکت دہرانا مغرب کے خبث باطن کی صریح دلیل ہے۔حقیقت میں یہ قبیح حرکت کرنے والے آزادی رائے کے دلدادہ نہیں بلکہ دوسروں کے جذبات کا مذاق اڑانے والے سنگ دل لوگ ہیں۔

## الجزائر میں قیدیوں کو معافی

افریقہ کا ملک الجزائر 1997ء میں خانہ جنگی کا شکار ہو گیا تھا، جب فوج نے انتخابات جیتنے والی اسلامی جماعت کو اقتدار دینے سے انکار کر دیا تھا۔اس کے بعد باہم لڑائیوں کا طویل سلسلہ شروع ہوا جو ایک عشرے تک جاری رہیں۔اس دوران دو لاکھ سے زائد الجزائری مارے گئے اور ہزاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔

پچھلے ماہ معافی کی ایک اسکیم کے ذریعے الجزائری حکومت نے کئی ہزار سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ان میں اسلامی جماعت کے اہم رہنما بھی شامل ہیں۔اُمید ہے کہ الجزائر میں اس اقدام کو مثبت معنوں میں دیکھا جائے گا اور وہاں اختلاف رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے۔

## سعودی عرب میں ملازمت

پاکستان اور جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک سے ہر سال ہزاروں لوگ سعودی عرب برائے ملازمت جاتے ہیں۔وہاں اچھی تنخواہیں ملتی ہیں اور محنت کا اچھا صلہ بھی......اب سعودی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ جس غیر ملکی کارکن کی عمر ساٹھ سال ہو جائے گی، وہ سعودیہ میں ملازمت نہیں کر سکے گا۔عورت کے معاملے میں عمر کی حد 55 سال رکھی گئی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ سعودی عرب میں جن پاکستانی ملازمین کی عمر 60 یا 55 سال سے بڑھ چکی ہے، کیا انہیں بھی وطن واپس آنا پڑے گا۔

## عبداللہ عبداللہ کی رخصتی

افغان صدر حامد کرزئی نے اپنے وزیر خارجہ عبداللہ عبداللہ کو گھر بھیج دیا ہے جو شمالی اتحاد کے اہم رہنما ہیں۔سیاسی ماہرین نے اس اقدام کو پاکستان کے لیے مفید قرار دیا ہے کیونکہ سابق وزیر خارجہ کا جھکاؤ بھارت کی طرف تھا اور وہ ماضی میں کئی بار پاکستان مخالف بیان دے چکے تھے۔اُمید ہے کہ ان کو رخصتی سے پاک افغان تعلقات معمول پر لانے کی کوششوں کو تقویت ملے گی۔

## بھارتی اسلامی جماعتوں کا اتحاد

لکھنؤ میں سنی اور شیعہ علمائے کرام نے ''علماء مشاورت بورڈ'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ہے تا کہ اتر پردیش میں مسلمانوں کو متحد کیا جا سکے۔اس بورڈ کے سربراہ سید قلب جواد ہیں۔موصوف کوشش کر رہے ہیں کہ وہ جماعت اسلامی (ہند) اور جمیعت علمائے ہند کی حمایت حاصل کر لیں۔بورڈ کا منشا یہ ہے کہ پورے ہندوستان کے مسلمان مل کر اپنی سیاسی جماعت تشکیل دیں تا کہ وہ انتخابات میں زیادہ سے زیادہ نشستیں جیت کر مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کر سکے اور انہیں ترقی کی راہ پر ڈال دے۔

## گوانتاناموبے کے جنگی قیدیوں کو عدالتی حقوق دینا پاگل پن ہو گا۔ امریکی جج

امریکی انصاف پسندوں کا انصاف ملاحظہ کیجئے۔امریکی سپریم کورٹ کے جسٹس انٹوف سکالیا نے گوانتاناموبے میں نظر بند افراد کو عدالتی حقوق دینے کی مخالفت کرتے ہوئے یورپی ممالک کے اس دعوے کو غلط قرار دیا ہے کہ ان نظر بندوں کو وہ حقوق دلانا ضروری ہے جو دیگر امریکی جیلوں میں بند ملزموں کو دیئے جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ جنگ ہر حال میں جنگ ہے اور جنگی قیدی بننے والا شخص حالت جنگ میں اور وہ ہرگز اس بات کا حقدار نہیں کہ اس کے خلاف مقدمے کی سماعت سول عدالت میں کی جائے۔

❁

f) How was it determined that they were truly "terrorists"? How much time and government effort was made to fully verify that no innocent becomes the victim of army action?
g) Has any international or human rights organisation verified the identities of the victims or justified the use of military force in the area?
h) Since when has it become illegal for a Pakistani national to be a host to friends or relatives and let them reside in their homes? The Pathans are known to be hospitable people and have historically extended their friendship to people from Afghanistan and other Islamic countries.
i) Since when has it become a crime for anyone in Pakistan to espouse an ideology of one's liking? Since when has it become the law of the land to kill someone because some people wish to live their lives according to Islamic laws and according to their well-established traditions?
But above all, a question that begs urgent attention is: How do we draw a line between a war against so-called terrorism and the possibility of such a war turning into a crime against humanity?
Whether Pakistan's establishment likes it or not, the god Huitzilopochtli's ideology died several hundred years ago - it is inhumane to re-invent it. The horrors we are creating now by our warfare against our own people are reminiscent of horrors created over three decades ago in what was then East Pakistan.
The question we should be asking ourselves is: Why do we want to destroy our own country, our own people and our own nation? George W. Bush along with all other mortals will eventually disappear into oblivion. Pakistan must distance itself from American aggression and its belligerent ideology and policies.
If Pakistan wishes to re-invent something, it is certainly not Huitzilopochtli or human sacrificial rituals. The world does not need to engage in daily battles to exist. Pakistan can re-invent respect for human life, the permanence of human dignity, a healthy admiration for dialogue and the promotion of peace among its people and among nations.
The present policy of using harsh military force against its own people will only bring harm to Pakistan - irreparable harm...!

# عالم اسلام کی زبوں حالی

انجینئر عبدالرزاق اویسیؔ

کفر دے گر رحمۃ للعالمین پہ اتہام — اے مسلماں یہ ہے تیرے ڈوب مرنے کا مقام
تیری بد اعمالیوں سے کفر کو جرأت ہوئی — کہ کرے تنقیص انؐ کی جو ہیں نبیوںؑ کے امام
چاند پر جو خاک ڈالے اس کے منہ پر ہی پڑے — کس کے بس میں ہے گھٹائے آپؐ کا عالی مقام
مجتمع کرنا ہیں تجھ کو اپنی ساری قوتیں — ناتوانی نے تری اس کو کیا ہے بے لگام
جسؐ نے دستارِ فضیلت کی عطا انسان کو — کہ ہوا تھا اسؐ کے دم سے جہل کا قصہ تمام
اس کو دہشت گرد کہہ دیں خود ہیں دہشت گرد جو — بانٹتے پھرتے تھے امن و آشتی جسؐ کے غلام
خود ہیں ارذل اور اڑائیں نبیؐ رحمت کا مذاق — گویا اب ہونے لگا ہے مینڈکی کو بھی زکام
ہے یہ فرمانِ خدا ''لا ترفعوا اصواتکم'' — انؐ سے کی آواز اونچی تو ہے بے نیل و مرام
پہلے لرزاں رہتے تھے کافر ہمارے سامنے — ہاتھ میں ان کے ہماری آ گئی ہے اب زمام
شیر بن کر ہم پہ غراتی ہے اولادِ شغال — جو ہمارے سامنے کرتے تھے پہلے رام رام
عظمتِ رفتہ کو پانے کی اگر ہے آرزو — ناگزیر اس کے لیے ہے دین برحق کا قیام

ہو فدا تو اے اویسیؔ بہرِ ناموسِ رسولؐ
آپؐ کی سیرت کو اپنانے کا کرلے اہتمام


فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور
پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

**جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل**

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے
کھلے اور روشن کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے
قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

**فلک سیر کارپوریشن** جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات
فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 12

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

Dr. Haider Mehdi

# Is Pakistan re-inventing Huitzilopochtli?

The 16th century Aztec civilisation was known to practice human sacrifice. The Aztecs offered human hearts and blood to their God of War and Sun, Huitzilopochtli, to restore their god's life because the sun was engaged in a daily battle to prevent the end of the world.

To fulfil their ordained obligation of human sacrificial rituals, the Aztecs carried out concentrated warfare, the sole purpose of which was to capture prisoners for sacrifice. In a symbolic gesture of great significance, the Aztecs dedicated the great temple at Tenochtitlan and claimed to have sacrificed more than 84,000 prisoners to their God of War and Sun.

A close analysis of the recent war against so-called terrorism offers several analogies to the conceptual philosophy of the Aztec world of human sacrifice.

In the first place, the US President and British Prime Minister both claim to be engaged in a war against terrorists to save the world - or, rather, prevent the end of the civilised world at the hands of the so-called terrorists by claiming that their war is a universal struggle against the evil-doers. Both of these leaders have clearly demonstrated that their ideological anti-terrorist war must be carried out irrespective of the loss of human life. Thus, human sacrifices are necessary to win their war.

But the most amazing and unique dimension of this anti-terrorist war is the contribution that the Pakistani establishment is making to the Bush-Blair misconceived ideology to save the world.

Contemporary America and its incumbent President, George W. Bush, seem to have become a 21st century born-again Huitzilopochtli for the Pakistani administration. It is noteworthy that every time an American dignitary sets foot on Pakistani soil, the human sacrifice of Pakistani citizens in North Waziristan commences with such diligent ferocity that it seems to have been ordained by heaven itself.

Since Bush's visit to Islamabad on March 4, over 160 people have been killed in Waziristan - and the casualties continue to mount. As the American President addressed a press conference in Pakistan's capital, the killings in Waziristan intensified and have continued since.

Kuldip Nayar, an eminent Indian columnist, has recently written, "George W. Bush...applauded Pakistan's role in fighting terrorists, although he wanted it to do more. Some 120 militants were killed on the Waziristan-Afghanistan border within a few hours, as if Bush had only to order and Islamabad was ready to deliver."

Incredible...truly incredible! How does one explain this inconceivable incongruity of an independent sovereign nation that is, Pakistan, to incessantly capitulate to the preposterous demands of a foreign country?

This political direction defies the fundamentals of human rationality in political behaviour. The only explanation can be found in some kind of indebted affirmation above and beyond common reason - only to be attributed to some secretly-guarded understanding between the powers-that-be, both in Pakistan and the US, and solely in the interest of the new guardians of the great temple of human sacrifice.

Is Pakistan re-inventing Huitzilopochtli in George W. Bush? Is Waziristan going to be Pakistan's great temple of Tenochtitlan offering human sacrifice to save the world? Must the new God of War and Sun invented by Pakistan's establishment be continuously fed human life by sacrificial rituals so as to enable him to engage in daily battles to safeguard the world's existence?

There are a host of questions that need to be addressed in the context of Pakistan's anti-terrorist policies and its instant readiness to respond to American commands:

(a) Who are the guardians of Pakistan's sacrificial temple in Waziristan? Is it the incumbent executive administration in Islamabad that is waging war against its own people there?

(b) Is it Pakistan's Parliament that has debated and sanctioned punitive military action in its own country? And on what legitimate grounds? It must be noted in this context that a "suspicion" is not legal or moral grounds to gun down people.

(c) Is it the ruling political party, the PMLQ, the vanguard of national policymaking, that has approved the use of force with such intensity to resolve a political problem in the country?

(d) Is it the political agent in Waziristan seeking military action?

(e) Are the military commanders making decisions to go to war against their own citizens without civilian government authorisation?

(f) Is this war in Waziristan conducted on the sole authority of informants planted in the area? Or is the Pakistani establishment carrying out the dictates of American demands without question?

Several other important issues need to be addressed as well:

a) Since when do the Pakistan Constitution and laws allow the killing of suspected immigrants or nationals without due process of law?

b) How were or are the suspected terrorists identified?

c) Was pre-military strike scrutiny of suspects carefully carried out?

d) Were the terrorist suspects allowed political dialogue to resolve the deadlock prior to military action?

e) Have the Parliament, judicial authorities and the media been provided with complete personal data on the recent victims of military action in Waziristan?